# فہرست

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول پاک ﷺ ساری زندگی دین اسلام پھیلاتے رہے۔ آپ ﷺ نے اس دین کی آبیاری کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ اپنا خون بھی شجر اسلام کی آبیاری کے لئے دیا۔ آپ ﷺ کی قربانی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیا۔ دشمنان اسلام کو یہ بہت برا لگا، ان پر اسلام کا پھیلنا مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹنے کے مترادف تھا۔ وہ ہمیشہ اس منصوبہ بندی میں لگے رہے کہ کسی نہ کسی طرح دین اسلام کو نقصان پہنچایا جائے مگر انہیں کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

جب رسول پاک ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے تو اسلام کے دشمن یہ سمجھے کہ اب دین اسلام ختم ہو جائے گا کیونکہ ان کی سرپرستی اور رہنمائی کرنے والے نبی ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔

مگر دشمنان اسلام یہ بھول گئے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایسی تربیت فرمائی تھی کہ آپ ﷺ کو یہ کامل یقین تھا کہ میرے بعد میرے خلفاء اس دین کو پھیلاتے رہیں گے۔ چنانچہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسندِ خلافت پر جلوہ گر ہوئے تو انہوں نے سرکار اعظم ﷺ کی سچی نیابت اور سچی غلامی کا حق ادا کیا۔

ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسندِ خلافت پر جلوہ گر ہوئے تو انہوں نے بھی اسلامی تاریخ میں ایک سنہری باب رقم کر دیا۔ نبی پاک ﷺ، صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ

عنہما کے زمانہ مبارک تک یہودیت کو پنپنے کا موقع نہیں مل سکا مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں منافقین کی شرارتوں کے سبب حالات بدلے تو یہودیوں کو بھی اپنی شیطانی سیاست چلانے کا موقع مل گیا اور فتنوں نے تیزی کے ساتھ سر اٹھایا۔

یہودی نژاد عبداللہ بن سبا نامی شخص جو اسلامی لبادہ اوڑھنے والا متعصب یہودی تھا، نے مدینہ سے نکل کر بصرہ پہنچا اور حکیم بن جبلہ کے پاس ٹھہرا، اس کا کام ذمیوں کو لوٹنا اور ڈاکہ ڈالنا تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں عبداللہ بن سبا نے حکیم بن جبلہ کے ذریعے سے اپنے ہم خیالوں کی ایک جماعت تیار کرلی اور اس طرح یہ صنعا کا یہودی جو بظاہر مسلمان ہو چکا تھا، محبت آل رسول کے لباس میں اب کھل کر میدان میں آ گیا اور اسلام نے جو کاری ضرب یہودیوں پر لگائی تھی، اس کا انتقام لینے کے لئے اپنے فتنہ پرور نظریات اور باطل اعتقادات کی تبلیغ کرنے لگا۔

بالآخر عبداللہ بن سبا کی شیطانی چالوں کے نتیجے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے اور کوفہ، بصرہ اور مصر کے باغی حج بیت اللہ کا بہانہ بنا کر مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوگئے۔

لیکن عجیب بات یہ تھی کہ ان سازشی و باغی گروہ میں خلافت پر اتفاق نہ ہوسکا۔ کوفی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بصری حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور مصری مولا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ اس سازش کا سرغنہ عبداللہ ابن سبا تھا۔

باغیوں نے پہلے مسجد نبوی میں خطبہ جمعہ کے دوران حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر پتھر برسائے لیکن مولا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں واپس کردیا، دوسرے روز ان باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کرلیا۔ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ واپس کیوں آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کے ہاتھ مصر کے عامل کے نام ایک خط میں لکھا ہے کہ جونہی یہ لوگ مصر آئیں، انہیں قتل کردیا

جائے۔ جواب میں انہوں نے کہا کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا غلام موجود ہے، یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اونٹ اور خط ہیں۔

حقیقت یہ تھی کہ سازش کے ذریعے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مہر والی انگوٹھی چوری کی گئی اور ایک جعلی خط لکھا گیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ''جونہی یہ لوگ مصر آئیں، انہیں قتل کر دیا جائے'' اس خط پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی چوری شدہ انگوٹھی سے مہر لگا دی گئی تھی اور آپ کے غلام کو راستے میں روک کر سازش کے ذریعے خط بدل دیا گیا تھا جو کہ اتنے بڑے فتنے کا سبب بنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس خط کی بابت پوچھا تو آپ نے قرآن مجید ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ یہ خط نہ میں نے لکھا ہے اور نہ کسی سے لکھوایا ہے اور نہ ہی مجھے اس کا علم ہے۔

لیکن باغی اٹل ارادے سے آئے۔ انہوں نے کہا کہ جس انسان کا یہ حال ہو کہ اسے اپنی مہر خلافت کا بھی پتہ نہ ہو، وہ خلافت کا اہل نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ خود بخود خلافت سے دستبردار ہو جائیں لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خلافت چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ وہ عہدہ کے لالچی نہ تھے۔ بلکہ خلافت سے دستبردار نہ ہو کر اپنے آقا ﷺ کے حکم پر عمل کر رہے تھے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے قمیص پہنائے گا۔ پس لوگ تجھے وہ قمیص اتارنے کو کہیں گے تو ہرگز نہ اتارنا۔ (یعنی خلافت و نیابت تجھے عطا ہوگی اور لوگ تجھ سے اس منصب سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کریں گے مگر تو دستبردار نہ ہونا)۔ (ابن ماجہ، جلد اول، باب فضل عثمان، حدیث نمبر 117، ص 65، مطبوعہ فرید بک لاہور)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ باغی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا چاہتے

ہیں تو آپ نے حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ تلواریں پکڑ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور کسی کو ان تک نہ پہنچنے دینا۔

ان کے علاوہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو اور بہت سے اصحاب رسول نے اپنے اپنے صاحبزادوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے بھیجا۔ باغی چالاکی کے ساتھ مکان کی پچھلی جانب سے دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شہزادوں حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ تمہارے دروازہ پر پہرہ دینے کے باوجود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کیسے شہید ہو گئے؟ اور غصہ میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے منہ پر طمانچہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سینے پر تھپڑ مارا اور حضرت محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہا (تاریخ الخلفاء، ص 113، ریاض النضرۃ، جلد دوم، ص 166)

الغرض یہ ایک لمبی داستان ہے مگر پوری تحریر کا نچوڑ یہ ہے کہ اسلام میں فتنے کا بیج پوری پلاننگ کے ساتھ بویا گیا اور اس کا بنیادی مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ لوگ اسلام کے مضبوط ستون صحابہ کرام علیہم الرضوان کے خلاف زبان درازی کریں خصوصاً سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان غنی، سیدنا امیر معاویہ، سیدنا ابوہریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی شخصیات کی شان میں گستاخیاں کریں تاکہ کلمہ پڑھنے کے باوجود اسلام ان کے دلوں میں نہ اترے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں گستاخی اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر ناپسند ہے، حدیث پڑھیئے۔

# صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں گستاخی سے بچو:

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میرے اصحاب کو برا نہ کہو۔ میرے اصحاب کو برا نہ کہو۔ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ اگر کوئی (غیر صحابی) شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو وہ ان میں سے کسی ایک (صحابی) کی ایک مد، اس کے نصف (اناج خیرات کرنے کے ثواب) کے برابر نہیں ہوسکتا (مسلم شریف، جلد سوم، کتاب فضائل الصحابہ، حدیث 6326، ص 408، شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو برا بھلا کہتے ہیں تو کہو تمہاری شرارت پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو (ترمذی شریف، جلد دوم، ابواب المناقب حدیث 1800، ص 763، مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول پاک ﷺ کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا تاکہ آپ ﷺ اس پر نماز جنازہ پڑھیں لیکن آپ ﷺ نے نماز جنازہ نہ پڑھی۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ اس سے پہلے ہم نے آپ ﷺ کو کسی کی نماز جنازہ چھوڑتے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ کا مبغوض ہوا (یعنی اللہ تعالیٰ سے بغض رکھتا ہے) (ترمذی شریف، جلد دوم، ابواب المناقب حدیث 1643، ص 708، مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول پاک ﷺ فرمایا

کرتے۔ کسی منافق کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ہو نہیں سکتی اور کوئی مومن آپ سے بغض نہیں رکھتا (ترمذی شریف، جلد دوم، حدیث 1651، ابواب المناقب، ص 712، مطبوعہ فرید بک لاہور)

## صحابہ کرام علیہم الرضوان کو برا نہ کہو، غیروں کی کتب سے روایات

1۔ غیروں کی مستند کتاب بحارالانوار میں ہے۔

"عن الصادق عن ابائه عن علی علیهم السلام قال اوصیکم باصحاب نبیکم لاتسبوهم الذین لم یحدثوا بعده و لم یوو محدثا فان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اوصی بهم

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق اپنے آباء کرام علیہم السلام سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ میں تمہیں تمہارے نبی ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، انہیں برا نہ کہو، کیونکہ انہوں نے آپ کے بعد کوئی کام خلاف اسلام نہیں کیا۔ اور نہ ہی ایسا کرنے والوں کو دوست بنایا اور پناہ دی۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کے متعلق یہی وصیت فرمائی ہے (بحارالانوار، جلد 22، ص 206، مطبوعہ ایران)

## صحابہ کرام علیہم الرضوان کو برا بھلا کہنے والا کون؟

"من سبنی فقد و کفر و من سب اصحابی فقد کفرو من اصحابی فجادوه"

ترجمہ: جس نے مجھے برا کہا وہ کافر ہے، جس نے میرے صحابی کو برا کہا، وہ بھی کافر ہے، پس اس کو کوڑے لگاؤ (جامع الاخیار، فصل 125، ص 182)

# رسول پاک ﷺ کے بعد سب سے افضل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، اس ضمن میں مولا علی رضی اللہ عنہ سے منقول احادیث ملاحظہ فرمائیں

1= حدیث شریف: حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے سنا کہ رسول پاک ﷺ کے وصال با کمال کے بعد افضل ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث 178 جلد اول، ص 107)

2= حدیث شریف: ابوالبختری طائی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ رسول پاک ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، میرے ساتھ ہجرت کون کرے گا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر اور وہی آپ کے وصال کے بعد آپ کی اُمّت کے والی یعنی خلیفہ ہوں گے اور وہی اُمّت میں سب سے افضل اور سب سے بڑھ کر نرم دل ہیں (ابن عساکر، تاریخ دمشق، جلد 30، ص 73)

3= حدیث شریف: حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (فرماتے ہیں) کہ میں نے اپنے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ رسول پاک ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ حضرت ابوبکر، میں نے عرض کی، پھر کون؟ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہما (بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، حدیث 3671، جلد 2، ص 522)

4= حدیث شریف: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں میرے بعد سب سے بہتر شخص ابوبکر ہیں، پھر عمر (ابن عساکر)

5= حدیث شریف: حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوا۔ میں نے عرض کی اے رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل شخص! تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوجحیفہ! کیا تجھے بتاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ وہ حضرت ابوبکر ہیں، پھر حضرت عمر، اے ابوجحیفہ! تجھ پر افسوس ہے، میری محبت اور ابوبکر کی دشمنی کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہوسکتی اور نہ میری دشمنی اور ابوبکر و عمر کی محبت کسی مومن کے دل میں جمع ہوسکتی ہے (المعجم الاوسط للطبرانی من اسمہ علی، حدیث 3920، جلد 3، ص 79)

6= حدیث شریف: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! ہم پر کسی کو خلیفہ مقرر فرمائیے۔ ارشاد فرمایا کہ نہیں! اللہ تعالیٰ اسے تم پر خلیفہ مقرر فرمادے گا جو تم میں سب سے بہتر ہوگا پھر اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے سب سے بہتر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جانا، جنہیں ہم پر خلیفہ مقرر فرمایا (دار قطنی، تاریخ دمشق، جلد 30، ص 289-290)

7= حدیث شریف: ہمدانی سے باکمال روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے وصال کے وقت مجھے سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر، ان کے بعد عمر، ان کے بعد عثمان خلیفہ ہے۔ بعض روایات میں یہ لفظ ہے کہ پھر انہیں خلافت ملے گی۔

(ابن شاہین، فضائل الصدیق لملا علی قاری، ابن عساکر، تاریخ دمشق، جلد 5، ص 189)

# افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر مولا علی رضی اللہ عنہ کے اقوال، غیروں کی کتابوں سے

☆حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ابوبکر کو سب لوگوں سے زیادہ حقدار سمجھتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کے نماز کے ساتھی اور ثانی اثنین ہیں اور حضور ﷺ نے اپنی حیات ظاہری میں ان کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا (شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید شیعی، جلد اول، ص332)

☆حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ **ان خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر و عمر** یعنی اس امت میں حضور ﷺ کے بعد سب سے بہتر حضرت ابوبکر و عمر ہیں (کتاب الشافی، جلد دوم، ص428)

☆حضرت علی علیہ السلام نے ابوبکر و عمر کے بارے میں فرمایا۔ **انھما اماما الھدی و شیخا الاسلام والمقتدی بھما بعد رسول اللہ و من اقتدی بھما عصم** یعنی یہ حضرت ابوبکر و عمر دونوں ہدایت کے امام اور شیخ الاسلام اور حضور ﷺ کے بعد مقتدیٰ ہیں اور جس نے ان کی پیروی کی، وہ برائی سے بچ گیا (تلخیص الشافی للطوسی، جلد2، ص428)

☆حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **ان ابابکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر** یعنی بے شک ابوبکر مجھ سے ایسے ہیں جیسے میرے کان اور عمر مجھ سے ایسے ہیں جیسے میری آنکھ (عیون اخبار الرضا لابن بابویہ قمی، جلد اول، ص313، معانی الاخبار قمی، ص110، تفسیر حسن عسکری)

☆حضرت علی علیہ السلام نے کوفہ کے منبر پر ارشاد فرمایا۔ **لئن اوتیت برجل یفضلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدتہ حد المفتری** یعنی اگر ایسا شخص میرے پاس لایا گیا تو جو مجھے حضرت ابوبکر و عمر پر فضیلت دیتا ہوگا تو میں اس پر مفتری کی حد جاری کروں گا (رجال کشی

ترجمہ رقم (257) معجم الخوئی (جلد ص 153)

# مولا علی رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دینے والوں کو تنبیہ

1= حکم بن حجل سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو بھی مجھے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے اس پر جھوٹ بولنے کی حد جاری کروں گا (الصارم المسلول، ص 405)

2= اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے گا، اسے بہتان کی سزا میں درے لگاؤں گا اور اس کی گواہی ساکت ہوجائے گی یعنی قبول نہیں ہوگی (کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث 36097، جلد 13، ص 6/7)

3= حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل بتاتے ہیں۔ آئندہ جو مجھے ان سے افضل بتائے گا وہ بہتان باز ہے۔ اسے وہی سزا ملے گی جو بہتان لگانے والوں کی ہے (تاریخ دمشق، جلد 30، ص 382)

# غیروں کی کتب سے:

## حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے مولا علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دینے والوں کیلئے مولا علی رضی اللہ عنہ کی تنبیہ:

غیروں کی اسماء الرجال کی کتاب رجال کشی میں مولا علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کو افضل کہنے والوں کے لئے درّوں کی سزا اور حد کا حکم فرمایا ہے۔ اصل عبارت درج کی جاتی ہے۔

سفیان ثوری علیہ الرحمہ حضرت محمد بن سکندر سے روایت کرتے ہیں کہ:

انه رای علیا (علیه السلام) علی منبر بالکوفة وهو یقول لئن اوتیت برجل یفضلنی علی ابی بکر و عمر لا جلدنه حد المفتری

انہوں نے حضرت علی کو کوفہ کے منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور وہ فرما رہے تھے اگر میرے پاس کوئی ایسا آدمی آئے جو مجھے ابوبکر اور عمر پر فضیلت دیتا ہو تو میں اس کو ضرور درّے لگاؤں گا جو کہ مفتری کی حد ہے۔

(رجال کشی، ص 338، سطر 4 تا 6، مطبوعہ کربلا)

## حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینے والا مولا علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں

1 = سالم بن ابی الجعد سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو شخص حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دے گا تو میرے نزدیک اس کی توبہ کبھی بھی قبول نہیں ہوگی (ابن

عساکر،فضائل الصحابۃ للدارقطنی )

2= ابن شہاب عبداللہ بن کثیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ہم سے محبت اور ہماری جماعت سے ہونے کا دعویٰ کریں گے، مگر وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سب سے شریر ہوں گے جو کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیں گے (ابن عساکر، کنزالعمال، کتاب الفضائل، حدیث 36098)

3= حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ عبداللہ بن اسود حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی توہین کرتا ہے تو آپ نے اسے بلوایا، تلوار منگوائی اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا پھر اس کے بارے میں سفارش کی گئی تو آپ نے اسے تنبیہ کی کہ جس شہر میں رہوں، آئندہ تو وہاں نہیں رہے گا، پھر اسے ملک شام کی طرف جلا وطن کردیا ( کنزالعمال، کتاب الفضائل، حدیث 36151)

## سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع صحابہ

1= حدیث شریف: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ابوبکر اور عمر سے افضل کسی شخص پر نہ سورج طلوع ہوا ہے نہ غروب۔ ایک روایت میں ہے کہ انبیاء ورسل کے بعد ابوبکر اور عمر سے زیادہ افضل کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا اللہ کی قسم! آپ سے افضل کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا ہے (مسند عبد بن حمید، حدیث 212، ص 101، ابونعیم، طبرانی)

2= حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے

فرمایا کہ انبیاء ورسل میں سے کسی کو بھی ابوبکر سے افضل کوئی ساتھی نصیب نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ سورۂ یٰسین میں بیان ہونے والے جن انبیاء کرام علیہم السلام کے جس شہید ساتھی کا ذکر ہے، وہ بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل نہ تھا (حاکم، ابن عساکر)

3= حدیث شریف: حضرت اسعد بن زراہ رضی اللہ عنہ آقا کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک روح القدس جبریل امین نے مجھے خبر دی کہ آپ ﷺ کی امت میں آپ ﷺ کے بعد افضل ابوبکر ہیں (طبرانی المعجم الاوسط، حدیث 6448، جلد 5، ص 18)

4= حدیث شریف: حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا ابوبکر لوگوں میں سب سے بہتر ہیں (طبرانی، ابن عدی)

5= حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ نبیوں اور رسولوں کے سوا زمین وآسمان کی اگلی اور پچھلی مخلوق میں سب سے افضل ابوبکر ہیں (حاکم، الکامل لابن عدی، حدیث 368، جلد 2، ص 180)

6= حدیث شریف: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت میں سب سے بہتر ابوبکر اور عمر ہیں (ابن عساکر، ابوالعطوف، ابن الجوزی، العینی)

7= حدیث شریف: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ کی موجودگی میں ہم کہتے تھے کہ سب سے افضل ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان اور پھر علی ہیں (صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابہ، حدیث 3655، جلد 2، ص 451)

8= حدیث شریف: حضرت بساط بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ

نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ میرے بعد تم پر کوئی بھی حکم نہیں چلائے گا (ابن سعد)

9= حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت سہل سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ ابوبکر کی محبت اور ان کا شکر میرے ہر امتی پر واجب ہے (ابن عساکر، تاریخ دمشق، حدیث 174، جلد 30، ص 141)

10= حدیث شریف: حضرت حجاج تمیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جسے دیکھو کہ ابوبکر اور عمر کا برائی سے ذکر کرتا ہے تو سمجھ لو کہ دراصل وہ اسلام کی بنیاد کو ڈھا رہا ہے (ابن قانع)

11= حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ میری امت میں جتنے لوگ ابوبکر اور عمر کی محبت کے سبب جنت میں جائیں گے، اتنے لا الہ الا اللہ کہنے کے سبب نہ جائیں گے (زوائد الزہد لعبد اللہ بن احمد، الصواعق المحرقہ)

# شانِ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ائمہ اہلبیت کی زبانی

حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تمام اولا داس بات پر متفق ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں اچھی بات ہی کریں (الدار قطنی، الصواعق المحر قہ)

بسام صیرفی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں انہیں دوست رکھتا ہوں، پھر تو ان کے حق میں استغفار کر، تو میرے اہلبیت میں سے جسے بھی پائے گا ان سے محبت رکھتا ہوا پائے گا (دار قطنی)

امام جعفر صادق، امام باقر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت نہ پہچانے، بے شک وہ سنت سے جاہل ہے (الدار قطنی)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر باقر سے تلوار پر سونے کا دستہ چڑھانے کا پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار پر سونے کا دستہ چڑھایا تھا۔ میں نے عرض کی کہ آپ بھی انہیں "صدیق" کہتے ہیں؟ تو آپ اچھل کر کھڑے ہو گئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے فرمایا، ہاں! میں بھی انہیں "صدیق" کہتا ہوں جو انہیں "صدیق" نہ کہے، دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کی بات کو سچی ثابت نہ کرے (ابن الجوزی، دار قطنی، صواعق المحر قہ)

حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوجعفر اور جعفر رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ تعالیٰ! بے شک میں ابوبکر اور عمر کو دوست رکھتا ہوں

اوران سے محبت رکھتا ہوں اے اللہ! اگران کا غیران سے افضل ہے تو قیامت کے دن حضرت محمد ﷺ کی شفاعت مجھے نصیب نہ ہوں (دارقطنی، صواعق المحرقہ، باب ثانی، ص53)

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو شخص ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے اپنی بیزاری ظاہر کرے، اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہے (دارقطنی، صواعق المحرقہ الباب الثانی، ص53)

# شانِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غیروں کی کتابوں سے

1=والذی جآء بالصدق وصدق بہ اولٰئک ھم المتقون (سورۂ زمر، آیت 33، پارہ 24)

ترجمہ: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی متقی اور پرہیزگار ہیں۔

غیروں کی مستند تفسیر مجمع البیان میں اس آیت کی تفسیر بیان کرتے لکھا ہے

الذی جاء بالصدق رسول اللہ ﷺ و صدق بہ ابوبکر

جو صدق لے کر آئے، وہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور جس نے ان کی تصدیق کی، وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ (تفسیر مجمع البیان، جلد 8، ص 498، سطر 18-19، مطبوعہ بیروت)

2=ولایاتل اولو الفضل منکم والسعۃ ان یؤتو اولی القربیٰ والمسٰکین والمھٰجرین فی سبیل اللہ (سورۂ نور، آیت 22، پارہ 18)

ترجمہ: اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں۔ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے غیروں کے مستند مفسر شیخ ابوعلی الفضل بن الحسن الطبرسی لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور مسطح بن اثاثہ (رضی اللہ عنہ) کی شان میں نازل ہوئی۔ عبارت یہ ہے۔

ان قولہ لایاتل اولوا الفضل منکم الایۃ نزلت فی ابی بکر و مسطح بن اثاثۃ

(تفسیر مجمع البیان، جلد 7، ص 133، مطبوعہ بیروت)

3=والسّٰبقون الاولون من المھٰجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ واعد لھم جنّٰت تجری تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ابداً، ذلک الفوز العظیم

(سورۂ توبہ آیت 100، پارہ 11)

ترجمہ: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں، باغ جن کے نیچے نہریں ہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے غیروں کے مفسر شیخ ابوعلی الفضل بن الحسن الطبرسی لکھتے ہیں کہ "ان اول من اسلم بعد خدیجة ابوبکر" تحقیق حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت ابوبکر ہیں (تفسیر مجمع البیان، جلد 5، ص 65، سطر 21، مطبوعہ بیروت)

# سوال 1: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت احادیث سے ثابت کریں؟

**جواب**: الحمدللہ! پوری امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے خلیفہ اول ہیں اور اسی پر پوری دنیائے اسلام متفق ہے۔

## خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ احادیث کی روشنی میں

حدیث شریف: سیدہ عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں "رسول پاک ﷺ نے اپنی علالت کے دوران مجھے ہدایت کی کہ اپنے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی کو میری پاس بلواؤ تاکہ میں انہیں کوئی تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اور شخص (خلافت کا) آرزومند ہوسکتا ہے اور یہ کہہ سکتا ہے کہ میں (خلافت کا) زیادہ حق دار ہوں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ کو (خلیفہ کے طور) پر قبول کریں گے (مسلم شریف، جلد سوم، کتاب فضائل الصحابہ، حدیث 6057، ص 298، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف: نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ایک عورت آئی اور اس عورت نے آپ ﷺ نے کسی چیز کے متعلق کلام کیا تو رسول پاک ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ وہ دوبارہ آئے۔ اس عورت نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے خبر دیں۔ اگر میں آپ ﷺ کی بارگاہ میں آؤں اور آپ ﷺ کو نہ پاؤں گویا کہ اس عورت کی مراد حضور ﷺ کا وصال ظاہری تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے تو پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آجانا (بخاری شریف، جلد سوم، کتاب الاحکام، حدیث 2084، ص 935، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث پاک: حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول پاک ﷺ کا وصال شریف ہوا تو انصار نے کہا کہ ہم میں سے ایک صاحب کو امام ہونا چاہئے اور مہاجرین میں سے ایک امیر۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے دریافت کیا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ حضور پرنور ﷺ نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا تھا۔ تم میں کون ایسا شخص ہے کہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مقدم ہونے پر راضی ہو۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے فرمایا کہ ہم اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مقدم ہوں (سنن نسائی، کتاب الامۃ، حدیث 780، ص 238، مطبوعہ فرید بک لاہور)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بناء پر انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد افضل الناس ہیں۔ علماء اہلسنت کا اس امر پر اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام بنی نوع انسان میں افضل ترین انسان ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اسوۂ رسول ﷺ کے بہترین نمونہ ہیں۔ امام بن جوزی علیہ الرحمہ کے بقول آیت شریفہ ''وسیجنبھا الاتقی الذی'' الخ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ آیت مذکورہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اتقی یعنی سب سے زیادہ پرہیزگار فرمایا گیا ہے۔

امامت دو قسم کی ہیں صغریٰ اور کبریٰ...... امام صغریٰ امامت نماز ہے، جبکہ امامت کبریٰ رسول ﷺ کی نیابت مطلقہ کہ حضور ﷺ کی نیابت سے مسلمانوں کے تمام امور دینی و دنیاوی میں حسب شرع تصرف عام کا اختیار رکھے اور غیر معصیت میں اس کی اطاعت تمام جہان کے مسلمانوں پر فرض ہو۔ اس امام کے لئے مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ، قادر اور قریشی ہونا شرط ہے۔ ہاشمی، علوی اور معصوم ہونا اس کی شرط نہیں (امام کا ہاشمی، علوی اور معصوم ہونا) روافض کا

مذہب ہے جس سے ان کا یہ مقصد ہے کہ برحق امرائے مومنین خلفائے ثلاثہ ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہما کو خلافت سے جدا کریں، حالانکہ ان کی خلافتوں پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

مولیٰ علی وحسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے ان کی خلافتیں تسلیم کیں اور علویت کی شرط نے تو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو بھی خلیفہ ہونے سے خارج کر دیا۔ مولیٰ علوی کیسے ہو سکتی ہیں۔ رہی عصمت تو انبیاء وملائکہ کا خاصہ ہے جس کو ہم پہلے بیان کر آئے۔ امام کا معصوم ہونا روافض کا مذہب ہے۔

(بہار شریعت حصہ اول، ص 239، امامت کا بیان، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی،)

## مسئلہ خلافت میں اہل سنت وجماعت کا عقیدہ



خلافت راشدہ کا زمانہ حضرت محمد ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق تیس سال ہے اور اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ اس عرصہ میں خلفائے راشدین کے مراتب کے اعتبار سے مسند خلافت پر فائز فرمایا۔ نیز آیت ''استخلاف'' میں رب العزت نے جو وعدے فرمائے تھے، وہ سب اس مدت میں پورے فرما دیئے۔ امامت، خلافت سے کوئی الگ چیز نہیں ہے اور امامت ''اصول دین'' میں سے نہیں ہے۔

## سوال نمبر 2: کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے (معاذ اللہ) دشمنوں کے غلبہ کی وجہ سے بطور تقیہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی؟

**جواب:** حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس بات کو منسوب کرنا ان کی شان کے خلاف

ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ تو ایسے بہادر تھے جو پورے پورے لشکر کو اکیلے شکست دے دیتے تھے۔خیبر کے موقع پر چالیس آدمیوں کا کام اکیلے مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے کیا۔

پہلی دلیل: کیا وہ شیر خدا کسی کے دباؤ میں آ سکتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کا شیر حق بات کہنے سے (معاذ اللہ) ڈر جائے، یہ ناممکن ہے۔

دوسری دلیل......جس شیر خدا کے بیٹے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خون میں لہولہان ہو کر، اپنے گھرانے کو لٹا کر ایک ظالم کی بیعت نہ کی۔

کیا ان کے والد شیر خدا (معاذ اللہ) بزدل تھے۔کیا انہوں نے (معاذ اللہ) ڈر اور خوف کی وجہ سے بیعت کر لی۔

نہیں بلکہ وہ جانتے تھے کہ جسے حضور ﷺ نے چن لیا۔اس کی بیعت کرنا ہمارا ایمان ہے۔

غیروں کی معتبر کتاب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنا ثابت ہے:

دلیل......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا فرمائی (جلاء العیون ص 150)

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کتاب نہج البلاغۃ سے ثابت کرتے ہیں:

نہج البلاغۃ میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ جن لوگوں نے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیعت کی۔ انہیں لوگوں نے میری بیعت کی ہے۔اب کسی حاضر یا غائب کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کی مخالفت کرے۔ بے شک شوریٰ مہاجرین و انصار کا حق ہے اور جس شخص پر جمع ہو کر یہ لوگ اپنا امام

بنالیں، اللہ تعالیٰ کی رضامندی اسی میں ہے (کتاب نہج البلاغۃ، دوسری جلد، ص 8، مطبوعہ مصر)
اب کسی شک کی گنجائش نہیں۔ اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راضی تھے۔ اب لوگ کچھ بھی کہیں۔ چار یاروں کی آپس میں ایسی محبت تھی۔ جس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔

## غیروں کی کتاب سے حضرت علی کی بیعت کا ثبوت:

غیروں کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی میں علامہ طبرسی لکھتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ (بحوالہ احتجاج طبرسی، ص 54)
اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ بطور تقیہ بیعت کرتے تو علامہ طبرسی جو کہ غیروں کے مشہور عالم ہیں، وہ اپنی کتاب میں تقیہ کا ذکر ضرور کرتے مگر انہوں نے تقیہ کا کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔



## سوال نمبر 3: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جس کا میں مولا ہوں، اس کے علی مولا ہیں“ اس کا جواب دیں؟

**جواب**: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث شریف پر ہمارا بھی ایمان ہے تبھی تو ہم اہلسنت و جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مولا علی شیر خدا کہتے ہیں۔
دلیل......اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان مولائی بیان کی گئی ہے اور مولا کا مطلب مددگار کے ہوتا ہے۔ اس حدیث میں خلافت کا کہیں ذکر واضح نہیں۔
دلیل......مولا کے کئی معنی ہیں۔ لغت کی مشہور کتاب قاموس کی جلد چوتھی ص 302 پر تحریر

ہے کہ ''المولیٰ، المالک والعبد والصاحب، والناصر، والمحب، والتابع، والعصر'' مولا کے معنی مالک، غلام، محبّ، صاحب، مددگار، تابع اور قریبی رشتہ دار کے ہیں۔

القرآن......**فان اللہ ھو مولہ وجبریل و صالح المومنین والملئکۃ بعد ذالک ظھیرا** (سورۂ تحریم، آیت 4، پارہ 28)

ترجمہ: بے شک اللہ، جبریل، نیک مومنین اور تمام فرشتے مددگار ہیں۔

اس آیت میں مولا کا لفظ مددگار کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

القرآن: **انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین** (سورۂ بقرہ، آیت 286، پارہ 3)

ترجمہ: اے اللہ تو مددگار ہے، ہمیں کافروں پر مدد و نصرت فرما۔

اس آیت میں بھی مولا کا لفظ مددگار کے لئے بیان کیا گیا ہے۔ تو ''**من کنت مولاہ فعلی مولا**'' کا معنی یہی معتبر ہوگا کہ جس کا میں والی، مددگار اور دوست ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے والی، مددگار اور دوست ہیں۔

دلیل......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر سینکڑوں احادیث واضح موجود ہیں جس میں خلافت کا ذکر ہے مگر مولا والی حدیث میں کہیں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا واضح ذکر نہیں ہے۔

## سوال نمبر 4: حدیث شریف میں ہے کہ تم مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو، لہٰذا جس طرح ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں؟

**جواب**: بخاری شریف کی حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

الحدیث......اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی

ترجمہ (سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ) تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ علیہ السلام، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے (بخاری شریف، مسلم شریف)

دلیل......اس حدیث پاک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اگر ہے تو صرف یہ کہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اہل بیت کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا تھا تو اس کا سبب ایک تو قرابت ورشتہ داری تھا اور دوسرا یہ کہ اہلبیت کی حفاظت ونگہبانی کا اہم فریضہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ادا کر سکتے ہیں۔

دلیل......حضرت ہارون رضی اللہ عنہ کی خلافت تو عارضی تھی کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی وصال فرما چکے تھے پھر اگر خلافت مولا علی رضی اللہ عنہ کو خلافت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دی جائے تو کسی صورت بھی درست نہیں ہے۔

دلیل......سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ

السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام تھے، اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح دین حق کو پھیلانے میں حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کی، اسی طرح تم نے بھی اسلام کی تبلیغ میں میری مدد کی ہے۔

## حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنا

1......غیروں کے مستند عالم علامہ طبرسی تحریر کرتے ہیں کہ "ثم قام و تھیأ للصلوٰۃ و حضر المسجد و صلی خلف ابی بکر" پھر (حضرت علی) اٹھے اور نماز کا ارادہ فرمایا اور مسجد میں تشریف لائے پھر حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز ادا فرمائی (الاحتجاج طبرسی جلد اول، ص 126، سطر 4 مطبوعہ ایران)

2......ملا باقر مجلسی نے بھی حضرت علی کا حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھنا لکھا ہے۔ جلاء العیون مترجم کی عبارت ملاحظہ ہو۔ جناب امیر (علیہ السلام) نے وضو کیا اور مسجد میں تشریف لائے۔ خالد بن ولید بھی پہلو میں آ کھڑا ہوا۔ اس وقت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے (جلاء العیون اردو جلد اول، ص 213، سطر 20-21، مطبوعہ لاہور)

## سوال نمبر 5: کیا پیغمبر علیہ السلام جناب علی (رضی اللہ عنہ) کی خلافت تحریر فرمانا چاہتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کاغذ، قلم و دوات طلب فرمائی تو انہوں نے نہ دی بلکہ یہ کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہذیان کہتا ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے۔

# یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی غلطی کی؟

**جواب**: جھوٹوں پر خدا کی لعنت......اہل اسلام میں کی کتب میں اس کے برعکس لکھا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام بوقت وصال جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت تحریر فرما گئے تھے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف ص 555 پر واضح الفاظ موجود ہیں نیز اس طعن کرنے سے اتنا پتہ چل گیا کہ غدیر خم کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ مقرر نہیں ہوئے تھے اور عید غدیر منا کر خواہ مخواہ بدنام ہو رہے ہیں۔ آپ کا یہ دعویٰ پیغمبر علیہ السلام نے کاغذ، قلم، دوات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے طلب فرمائی تو یہ بھی جھوٹ ہے بلکہ آپ نے جمیع حاضرین سے (جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور گھر کی خواتین وغیرہ بھی شامل ہیں) کاغذ، قلم، دوات طلب فرمایا۔ جیسا کہ بخاری شریف کتاب الجزیۃ باب اخراج الیھود من جزیرۃ العرب، ص 426، رقم الحدیث 2932 میں ہے)

**فقال ائتونی بکتف اکتب لکم کتاباً**

یعنی حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کتف لاؤ تاکہ میں تمہیں ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم راہ حق کو نہ گم کرو۔

غور فرمایئے۔ حدیث میں ''ائتونی'' صیغہ جمع مذکر مخاطب بول کر پیغمبر علیہ السلام جمیع حاضرین سے کتف طلب فرما رہے ہیں، نہ کہ فقط حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور ان سے طلب ہی کیوں فرماتے جبکہ وہ ان کا گھر ہی نہ تھا کہ جس میں قلم دوات طلب کی گئی بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ تھا۔ جیسا کہ بخاری شریف جلد 1 ص 382 پر ہے اور پھر اگر قریب تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گھر لہذا اگر خاص طور پر فرماتے تو ان سے کہ جن کا گھر قریب تھا۔ (تمام متفق ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گھر مدینہ شریف کے آخری کونہ پر تھا) بہر حال نقل و عقل سے یہ

بات واضح ہوگئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پیغمبر علیہ السلام نے قلم، دوات طلب نہیں فرمائی۔

2......آپ اس کا کیا جواب دیں گے کہ حضور اکرم ﷺ اس واقعہ کے تین دن بعد تک حیات رہے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے باوجود بھی ان کی تعمیل حکم نہ کر سکے اور غیروں کے بقول خلافت بھی اُنہی کی تحریر ہونی تھی اور ادھر حکم رسول بھی تھا۔ لہذا اگر باقی سب صحابہ مخالف تھے تو ان پر لازم تھا کہ چھپے یا ظاہر ضرور لکھوا لیتے تا کہ بعد میں یہی تحریر پیش کر کے خلیفہ بلا فصل بن جاتے مگر یہ سب کچھ نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ تو تحریر ہی سرے سے ضروری نہ تھی بلکہ ایک امتحانی پرچہ تھا کہ جس میں حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق فرمایا ورنہ آپ پر حق اور وحی چھپانے کا الزام عائد ہوگا، حالانکہ جماعت انبیاء اس سے بالاتر ہے۔

3......اگر یہ ضروری تحریر تھی یا وحی الٰہی تھی اور کاغذ دوات نہ لانے والا خواہ مخواہ ہی مجرم ہوا تو اس جرم کے اولاً مرتکب اہل بیت قرار پاتے۔ اس لئے کہ وہ ہر وقت گھر میں رہتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کا گھر باقی صحابہ کی نسبت قریب تھا اور اگر وہ مجرم نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی مجرم نہیں۔ لہذا غیروں کا یہ کہنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کاغذ اور دوات حضور ﷺ نے طلب فرمائی، باطل ہوا۔



## سوال نمبر 6: کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (العیاذ باللہ) حضور اکرم ﷺ کی طرف ہذیان کی نسبت کی؟

**جواب**: یہ بھی جھوٹ اور افتراء ہے بلکہ بخاری شریف کتاب الجزیۃ، باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب، ص426، رقم الحدیث 2932 پر یوں موجود ہے۔

فقالوا ماله اهجر استفهموه

یعنی حاضرین نے کہا کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے۔ کیا آپ ﷺ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں۔ آپ سے دریافت تو کرلو۔

اور عبارت میں ''قالوا'' بصیغہ جمع مذکر غائب موجود ہے لہذا پہلی جہالت تو غیروں کی یہ ہوئی کہ صیغہ جمع سے ایک شخص واحد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد لے لیا۔ دوسری جہالت یہ کہ ''ہجر'' کا معنی برخلاف عربیت بلکہ برخلاف سباق و سیاق ہذیان لکھ مارا حالانکہ ''ہجر'' بمعنی ہذیان کیا جائے تو آگے ''استفھموہ'' کا کوئی مطلب نہیں ہوسکتا کیونکہ غیروں کے ماسویٰ کوئی عقلمند بھی نہیں ملے گا کہ پہلے کسی کو مخبوط الحواس اور مجنون سمجھ لے اور پھر اس سے اس کے ہذیان کا مطلب پوچھنے لگے، بہرحال صیغہ ''استفھموہ'' نے بتادیا کہ ''اہجر'' کے معنی وہی دار دنیا سے جدا ہونے کا ہی ہے، نہ کچھ اور......

2......اگر ''ہجر'' بمعنی ہذیان بھی تسلیم کرلیا جائے تو بھی مفید نہیں کیونکہ ''اہجر'' میں ہمزہ استفہام انکاری موجود ہے کہ جس سے نفی ہذیان مفہوم ہو رہا ہے معنی یہ ہوگا کہ کیا حضور ﷺ کوئی ہذیان فرما رہے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ہوش سے فرما رہے ہیں ذرا دریافت تو کرلو بہرکیف حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو ویسے ہی اس مقولہ کے قائل نہ تھے، باقی رہے قائلین تو چونکہ ''ہجر'' بمعنی ہذیان ثابت نہیں ہوا۔ اگر ہوا تو بوجہ ہمزہ استفہام منفی ہوگیا لہذا وہ بھی اس سے بری ہوگئے۔

## سوال نمبر 7: اگر یہی بات ہے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''حسبنا کتاب اللہ'' کیوں کہا؟

**جواب**: اول تو اکثر روایات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ ہی نہیں شمار ہوا۔

دوم یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بخوبی جانتے تھے کہ اللہ کا دین اور قرآن پاک کا نزول

مکمل ہو چکا ہے کہ جس پر ''الیوم اکملت لکم دینکم'' شاہد ہے پس آپ نے گمان کیا کہ حضور ﷺ کا یہ حکم وحی الٰہی کی وجہ سے نہیں اور وجوب نہیں بلکہ بطور مشورہ ہے تو آپ نے بطور مصلحت اور مشورہ عرض کردیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ تحریر قرطاس کی تکلیف نہ فرمائیں۔ کتاب اللہ کو ہمارے لئے کافی سمجھیں جس پر حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موافقت ظاہر فرمائی اور تحریر قرطاس پر زور دینے والوں کو ڈانٹ دیا۔ چنانچہ بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر ، باب ہل یستشفع الی اہل الذمۃ ومعاملتھم، جلد 10، ص 268، رقم الحدیث 2825 پر ہے۔ دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کلام میں قرآن کو مسلمان کے لئے کافی ہونا کا بیان کیا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہج البلاغہ جلد 3 ص 57 پر ہے ''واللہ واللہ فی القرآن'' نیز کتاب مذکور جلد 2 ص 27 پر ہے ''فاوصیک بالاعتصام بحبلہ'' اور جلد 2 ص 22 پر ہے ''ومن اتخذ قولہ دلیلا ھدی'' دیکھئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ہدایت کے لئے قرآن کو کافی قرار دیا۔ لہٰذا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے انکار بالسنۃ لازم نہیں آتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے لازم کیوں آئے گا؟ اگر بر بنائے نیتی ومصلحت مشورہ دینا رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہرگز نہیں ہے۔

جنگ حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے علی اسے مٹائیے (لفظ ''رسول اللہ'' کے بارے میں) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیغمبر علیہ السلام کو صاف جواب دیا کہ میں اسے ہرگز نہیں مٹاؤں گا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے وہ الفاظ اپنے ہاتھ مبارک سے مٹا دیئے۔ اگر اس واقعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نافرمان نہیں کہا جاسکتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی نہ کہا جائے کیونکہ بر بنائے مصلحت وحکمت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم نبوی کی خلاف ورزی کی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی کہا جاسکتا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلاف ورزی کی ہے، نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلکہ وہی ہوا جو رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے۔

# فضائل عمر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی

بعض لوگ خواہ مخواہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ جبکہ ان کی کتابوں میں مذکورہ ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان فرمائے۔ جب خلیفہ ثانی عمر رضی اللہ عنہ نے روم پر چڑھائی کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا کہ نواحی اسلام کو غلبہ دین سے بچانے اور مسلمانوں کی شرم رکھنے کا اللہ ہی کفیل ہے۔ وہ ایسا خدا ہے جس نے انہیں اس وقت فتح دی جب ان کی تعداد نہایت قلیل تھی اور کسی طرح فتح نہیں پاسکتے تھے۔ انہیں اس وقت مغلوب ہونے سے روک رہا ہے جب یہ کسی طرح روکے نہیں جاسکتے اور وہ خداوند عالم حی لا یموت ہے۔ اب اگر تو خود دشمن کی طرح کوچ کرے اور تکلیف اٹھائے تو پھر یہ سمجھ لے کہ مسلمانوں کو ان کے اقصائے بلاؤ تک پناہ نہ ملے گی اور تیرے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہوگا جس کی طرف وہ رجوع کریں لہذا تو دشمن کی طرف اس شخص کو بھیج جو کار آزمودہ ہو اس کے ماتحت ان لوگوں کو روانہ کرو جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں اور اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں۔ اب اگر خدا غلبہ نصیب کرے گا تب تو وہ چیز ہے جسے تو دوست رکھتا ہے اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو موجود ہے۔

(نیرنگ فصاحت، ص 19)

ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عربی کلام کا ترجمہ غیروں کی کتاب ''نیرنگ فصاحت'' سے لیا ہے تاکہ ان کو یہ عذر نہ ہو کہ ترجمہ میں دست اندازی کی گئی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے ہیں۔

1...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پورا اعتماد تھا۔ ہر معاملہ میں ان سے مشورہ لیا جاتا ورنہ یہ مُسلّم ہے کہ کوئی شخص اپنے دشمن سے اس طرح کا مشورہ ہرگز نہیں لیا

کرتا۔

2......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا ملجا و ماوا سمجھتے تھے۔اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ نہ دیا کہ اس مہم میں بذات خود معرکہ کارزار میں جائیں۔اگر خدانخواستہ باہمی کدورت ہوتی تو یہ مشورہ دیتے کہ آپ خود لڑائی میں جائیں تاکہ ان کا کام تمام ہو اور آپ کے لئے جگہ خالی ہو۔اس بات سے ظاہر ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صادق دوست تھے۔

3......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کامیابی کو کامیابی اسلام تصور کرتے تھے۔اس لئے ان کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارا اور مسلمانوں کا خود حامی و ناصر ہے۔جب مسلمان تھوڑے تھے اس وقت بھی ان کی حفاظت فرمائی اور اب تو بفضل خدا مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے۔پھر اس کی تائید و نصرت پر کیوں نہ بھروسہ کیا جائے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کلام سے یار لوگوں کی اس من گھڑت بات کی بھی تردید ہوتی ہے کہ بعد از وصال رسول اللہ ﷺ صرف تین چار مسلمان ہی رہ گئے تھے۔ایسا ہوتا تو آپ یوں فرماتے۔پہلے مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی، اب گنتی کے چند آدمی رہ گئے ہیں۔ان کی اس مہم پر بھیجو تو فتح ہوگی ورنہ شکست۔



## سوال نمبر 8: حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہما، حضور ﷺ کے وصال کے وقت حضور ﷺ کے جسم مبارک کو چھوڑ کر خلافت کے چکر میں پڑ گئے تھے جس سے تدفین میں تین دن تاخیر ہوئی؟

**جــــواب**: جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو نفاق نے سر اٹھایا، عرب کے کچھ لوگ مرتد

ہو گئے۔منکرین زکوۃ کا مسئلہ درپیش آ گیا اور انصار نے بھی علیحدگی اختیار کر لی۔اتنی مشکلیں جمع ہو گئیں کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ پہاڑ پر بھی پڑتیں تو وہ بھی اس وزن کو برداشت نہ کر سکتا۔لیکن اللہ اکبر، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی حکمت عملی سے ہر ایک مشکل کا مقابلہ کیا۔اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ جو صحابہ کرام علیہم الرضوان ایک لمحہ بھی حضور ﷺ سے جدا نہیں رہ سکتے تھے۔آج وہ غم سے نڈھال ہیں۔ان سب کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حوصلہ دیا۔اسی وجہ سے حضور ﷺ کی تدفین میں تاخیر ہوئی۔

☆......حضور اقدس ﷺ کا جنازہ انور اگر قیامت تک کھلا رہتا تو اصلاً کوئی خلل واقع نہ ہوتا کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام طاہرہ بگڑتے نہیں۔قرآن گواہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام انتقال کے بعد کھڑے رہے۔سال بعد دفن ہو گئے مگر نورانیت میں فرق نہ آیا تو جو رسول، حضرت سلیمان علیہ السلام کے بھی امام ہوں، ان کا جسم مبارک کیسے بگڑ سکتا ہے۔

☆......حضور ﷺ کا جنازہ انور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں تھا۔جہاں اب مزار مبارک ہے۔اس سے باہر لے جانا نہ تھا۔چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اس صلوٰۃ وسلام سے مشرف ہونا تھا۔ایک جماعت آتی اور درود وسلام پڑھتی اور باہر چلی جاتی۔پھر دوسری جماعت آتی یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا۔اگر تین برس میں یہ سلسلہ ختم ہوتا تو جنازہ مبارک یوں ہی نور سے جگمگاتا رہتا۔اسی صلوٰۃ وسلام کی وجہ سے تاخیر ضروری تھی۔

☆......اگر کسی بدباطن کے نزدیک یہ تاخیر لالچ کے سبب تھی تو سب سے بڑا الزام تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہے۔وہ تو لالچی نہ تھے اور کفن دفن کا کام تو ویسے ہی گھر والوں کے ذمے ہوتا ہے۔یہ کیوں تین دن بیٹھے رہے، یہ تدفین فرما دیتے۔معلوم ہوا کہ یہ الزام غلط ہے کیونکہ جنازہ انور کی تدفین میں تاخیر دینی مصلحت تھی۔جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اتفاق تھا۔

## صحابہ کرام علیہم الرضوان کی رسول پاک ﷺ کے جنازہ میں شرکت

بعض لوگ الزام لگاتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رسول پاک ﷺ کے جنازہ میں شرکت نہیں کی جبکہ ان کی اپنی ہی کتاب ''الاحتجاج طبرسی'' میں ہے:

لم یبق من المهاجرین والانصار الاّ صلی علیه

مہاجرین اور انصار میں کوئی باقی نہ رہا جس نے رسول اللہ ﷺ کے جنازہ میں شرکت نہ کی ہو (الاحتجاج طبرسی، جلد اول، ص 106، سطر 6-7، مطبوعہ ایران)

محترم حضرات! حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم مہاجرین میں سے تھے لہذا غیروں کی کتاب سے سرورکونین ﷺ کے جنازے میں ان کی شرکت ثابت ہوگئی۔

## سوال نمبر 9: حضور ﷺ کے وصال کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے باغ فدک کا مطالبہ کیا تو انہوں نے سیدہ کو باغ فدک دینے سے صاف انکار کردیا جس پر سیدہ ناراض ہوگئیں اور مرتے دم تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نہ بولیں۔ حتی کہ یہ وصیت کرگئیں کہ میرے جنازہ میں ابوبکر شریک نہ ہوں۔ چنانچہ

بوقت وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر کو اطلاع بھی نہ دی اور راتوں رات سیدہ کو دفن کر دیا۔ دیکھو ابوبکر نے جگر پارۂ رسول کو ناراض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اذیت سے مجھے بھی اذیت ہوتی ہے تو ابوبکر نے فقط فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غضب ناک نہیں کیا بلکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غضبناک کیا اور اغضاب النبی علی حد الشرک (خلاصہ از کتاب سواء السبیل ص 159)

**جواب** : صرف اتنی بات صحیح ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے باغ فدک کا مطالبہ کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب میں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف سیدہ کو سنائی۔

حدیث شریف: حضرت عروہ بن زبیر نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے پیغام بھیجا۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا مطالبہ کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ اور فدک میں عطا فرمایا تھا اور جو خیبر کے خمس سے باقی تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ہمارا

کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑیں، وہ صدقہ ہے مال سے آل محمد ﷺ کھاتے ہیں اور خدا کی قسم میں رسول پاک ﷺ کے صدقہ میں ذرا سی تبدیلی بھی نہیں کروں گا اور اسی حال میں رکھوں گا جس حال میں وہ رسول پاک ﷺ کے عہد مبارک میں تھا اور میں اس میں عمل نہیں کروں گا مگر اسی طرح جیسے رسول پاک ﷺ کیا کرتے تھے۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دینے سے انکار کر دیا (ابوداؤد جلد دوم، کتاب الخراج، حدیث 1194، ص 455، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

فائدہ: یہ ناراضگی اور جنازہ میں عدم شرکت کا قصہ صرف اس لئے بنایا گیا ہے کہ غیروں کے زعم باطل کے مطابق حضرت فاطمہ فدک کی وجہ سے آپ سے ناراض تھیں، کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے۔ سیدہ فاطمہ حضرت ابوبکر سے راضی تھیں تو غیروں کے لئے طعن کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ اس لئے ہم فریقین کی کتب سے سیدہ فاطمہ کا حضرت ابوبکر سے راضی ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

غیروں کی معتبر اور مشہور ترین کتاب شرح نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی جز 35 ص 543 میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے جب سیدہ کا کلام سنا تو حمد کی درود پڑھا اور پھر حضرت فاطمہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے افضل عورتوں میں اور بیٹی اس ذات مقدس کی جو سب سے افضل ہے۔ میں نے رسول کی رائے سے تجاوز نہیں کیا۔ اور نہیں عمل کیا میں نے، مگر رسول کے حکم پر۔ بے شک تم نے گفتگو کی اور بات بڑھا دی اور سختی اور ناراضگی کی۔ اب اللہ معاف کرے ہمارے لئے اور تمہارے لئے۔ اور میں نے رسول کے ہتھیار اور سواری کے جانور علی کو دے دیئے لیکن جو کچھ اس کے سوا ہے اس میں، میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

انا معاشر الانبياء لا نورث ذهباً ولا فضة ولا ارضاً ولا عقاراً ولا داراً ولكنا نورث الايمان والحكمة والعلم والسنة وعملت بما امرني ونصحت

ہم جماعت انبیاء نہ سونے کی میراث دیتے ہیں نہ چاندنی کی، نہ زمین کی، نہ کھیتی کی اور نہ مکان کی میراث دیتے ہیں لیکن ہم میراث دیتے ہیں ایمان اور حکمت اور علم اور سنت کی اور عمل کیا میں نے اس پر جو مجھے حکم کیا تھا (رسول نے) اور میں نے نیک نیتی کی۔

اس کے بعد یہ ہے کہ حضرت فاطمہ نے یہ فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے فدک کو ہبہ کر دیا تھا جس پر انہوں نے علی اور ام ایمن کو گواہ پیش کیا۔ جنہوں نے گواہی دی پھر عمر آئے۔ انہوں نے اور عبدالرحمٰن بن عوف نے یہ گواہی دی کہ حضور فدک کی آمدنی تقسیم فرما دیتے تھے۔ اس پر حضرت صدیق اکبر نے فرمایا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاخذ من فدک قوتکم ویقسم الباقی ویحمل فیہ فی سبیل اللہ ولک علی اللہ ان اصنع بھا کما کان یصنع فرضیت بذلک واخذت العھد علیہ بہ وکان یاخذ غلتھا فیدفع الیھم منھاما یکفیھم ثم فعلت الخلفاء بعدہ ذلک (شرح میثم، مطبوعہ ایران، ج35)

تم سب سچے ہو۔ مگر اس کا تصفیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک کی آمدنی سے تمہارے گزارے کے لئے رکھ لیتے تھے، اور باقی جو بچتا تھا اس کو تقسیم فرما دیتے تھے اور اللہ کی راہ میں اس میں سے اٹھا لیتے تھے اور میں تمہارے لئے اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ فدک میں وہی کروں گا جو رسول کرتے تھے تو اس پر فاطمہ راضی ہو گئیں اور فدک میں اسی پر عمل کرنے کو ابوبکر سے عہد لے لیا اور ابوبکر فدک کی پیداوار کر لیتے تھے اور جتنا اہل بیت کا خرچ ہوتا تھا ان کے پاس بھیج دیتے تھے اور پھر ابوبکر کے بعد اور خلفاء نے بھی اسی طرح کیا۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت سیدہ کی رضامندی والی یہ روایت صرف ابن میثم ہی نے نہیں بلکہ غیروں کے متعدد علماء نے اپنی کتابوں میں ذکر کی ہے جن کے نام یہ ہیں۔

1......درنجیفہ شرح نہج البلاغہ مطبوعہ طہران ص332

2......حدیدی شرح نہج البلاغۃ جلد دوم، جز 16، ص 296

3......سید علی نقی فیض الاسلام کی تصنیف فارسی شرح نہج البلاغہ، جز 5، ص 960

رضا مندی کی اس روایت سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے۔

اول: فدک کے متعلق حضور ﷺ کے طرز عمل اور صدیق اکبر کے طرز عمل میں کوئی تفاوت نہیں تھا۔

دوم: حضرت فاطمہ صدیق اکبر سے راضی تھیں اور صدیقی طرز عمل آپ کو پسند تھا۔

قارئین کرام! للہ انصاف کیجئے! اس روایت سے جو غیروں کی معتبر مذہبی کتاب کی ہے بالکل واضح طور پر یہ ثابت ہوگیا کہ سیدہ فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا قضیہ فدک میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ان کے اس فیصلہ سے جو انہوں نے حدیث رسول کے ماتحت کیا راضی ہوگئیں اور سیدہ نے اس امر کا حضرت ابوبکر سے عہد بھی لے لیا کہ ابوبکر فدک کی آمدنی سے اہل بیت کے اخراجات پورے کریں گے۔ ایسی صاف وصریح رضا مندی کے بعد بھی بعض لوگ جناب صدیق اکبر پر زبانِ طعن دراز کریں تو اس کا علاج واقعی کچھ نہیں ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ سیدہ کے راضی ہوجانے کے بعد کسی محبّ اہل بیت کے لئے تو یہ گنجائش باقی نہیں رہتی کہ وہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کر سکے۔ البتہ ناانصافی سے کام لینا دوسری بات ہے۔

سوم: اہل بیت کے اخراجات تمام عمر حضرت صدیق اکبر فدک کی آمدنی سے پورے کرتے رہے اور سیدہ اپنے اخراجات حضرت صدیق اکبر سے وصول کرتی رہیں اور صدیق اکبر کے طرز عمل کو سراہتی رہیں۔

چہارم: نہ صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بلکہ تینوں خلفاء بھی ایسا ہی کرتے رہے اور انہوں نے فدک میں وہ طرز عمل اختیار کیا جو حضور علیہ السلام اور ان کے بعد صدیق کبر نے اختیار کیا۔

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی سیدہ راضی تھیں

غیروں کی مشہور مذہبی کتاب حق الیقین مطبوعہ ایران کے ص 71 پر ہے۔

کہ چوں علی وزبیر بیعت کردونداویں فتنہ فرد نشست، ابوبکر آمدہ شفاعت از برائے عمر ف فاطمہ از وراضی شد

پھر جب حضرت علی وزبیر نے بیعت کرلی تو حضرت ابوبکر آئے اور حضرت عمر کے متعلق سفارش کی تو حضرت فاطمہ عمر سے بھی راضی ہوگئیں۔

اسی طرح طبقات ابن سعد جلد 8 مطبوعہ ایران کے ص 17 پر ہے۔

جاء ابوبکر الی فاطمة حین مرضت فاستا دن فقال علی هذا ابوبکر علی الباب فان شئت ان تاذنی له قالت و ذلک احب الیک قال نعم فدخل علیها واعتذر الیها و کلمها ورضیت عنه

حضرت ابوبکر فاطمہ کے پاس آئے جبکہ وہ بیمار تھیں۔ انہوں نے اجازت چاہی تو حضرت علی نے کہا ابوبکر دروازہ پر ہیں اگر تم چاہو تو ان کی اجازت دے دو۔ حضرت فاطمہ نے کہا کہ تم (علی) اس کو محبوب رکھتے ہو۔ علی نے فرمایا۔ ہاں پس حضرت ابوبکر داخل ہوئے عذر کیا اور فاطمہ حضرت ابوبکر سے راضی ہوگئیں۔

روایات فریقین سے ظاہر ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بوقت وفات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے راضی تھیں اور کسی قسم کی کبیدگی ان کے درمیان نہ تھی۔

## حضرت سیدہ کی نماز جنازہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شرکت

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر سیدہ فاطمہ کے نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوئے اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ سیدہ نے وصیت کردی تھی کہ ابوبکر میرے جنازہ میں شریک نہ

ہوں۔اس کے جواب میں پہلے تو ہم ایک اصولی بات کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کے جنازہ میں کسی شخص کا بالخصوص شریک ہونا نہ فرض تھا اور نہ واجب۔ اور اگر بالفرض بعض لوگ ہر فرد کی شرکت فرض سمجھتے ہیں اور عدم شرکت کو منافی اسلام سمجھ کر شریک نہ ہونے والوں پر زبان طعن دراز کرتے ہیں تو ان کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ ان کی مستند روایات کے مطابق صرف سات آدمیوں نے حضرت فاطمہ کی نماز جنازہ پڑھی۔ چنانچہ غیروں کی معتبر کتاب جلاء العیون میں کلینی سے روایت ہے۔

از حضرت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ روایت کردہ است کہ ہفت کس بر جنازۂ حضرت فاطمہ نماز کردند، ابوذر، سلمان، حذیفہ، عبداللہ بن مسعود و مقداد و من امام ایشاں بودم (جلاء العیون)

حضرت امیر المومنین علی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔صرف سات آدمیوں نے فاطمہ کی نماز جنازہ پڑھی جن کے نام یہ ہیں۔ابوذر، سلمان، حذیفہ، عبداللہ بن مسعود، مقداد اور میں ان کا امام تھا۔

جلاء العیون کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف سات افراد نے سیدہ فاطمہ کے نماز جنازہ میں شرکت کی جن کے نام اوپر مذکور ہیں اور مندرجہ ذیل افراد نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔ مثلاً حضرت امام حسن اور حسین، عبداللہ بن عباس، عقیل بن ابی طالب برادر حقیقی حضرت علی، ابوایوب انصاری، ابوسعید خدری، سہل بن حنیف، بلال، صہیب، براء بن عاذب، ابورافع، یہ بارہ افراد ہیں جن کو غیر بھی مانتے ہیں اور ان کی جلالت قدر کے قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو حیات القلوب، رجال کشی، رجال نجاشی......

تو اب سوال یہ ہے کہ اگر بالفرض حضرت ابوبکر صدیق سیدہ فاطمہ کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوئے اور یہ بھی فرض کر لیجئے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ سیدہ ان سے ناراض تھیں تو غیر لوگ ان

بارہ حضرات کے متعلق کیا کہیں گے۔ یہ بھی تو سیدہ کے نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔ کیا ان سے بھی سیدہ ناراض تھیں اور کیا سیدہ فاطمہ نے یہ وصیت بھی کر دی تھی کہ میرے نماز جنازہ میں حسن وحسین بھی شریک نہ ہوں، جو ان کے لاڈلے بیٹے تھے؟

حقیقت یہ ہے کہ جنازہ کی شرکت یا عدم شرکت کو ناراضگی یا رضامندی کی بنیاد بنانا ہی غلط ہے اور اگر اسی اصول کو تسلیم کرلیا جائے تو پھر حضرت حسن، حسین، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور دیگر افراد کے متعلق بھی یہ کہنا پڑے گا کہ ان سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض تھیں۔ کیونکہ جلاء العیون کی روایت کے مطابق یہ حضرات بھی سیدہ کے جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔ پس ثابت ہوا کہ اگر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ بھی جائے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے سیدہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تو اس کو حضرت ابوبکر صدیق سے سیدہ کی ناراضگی کی دلیل بنانا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

اس کے علاوہ غیروں کی معتبر کتابوں سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو جناب سیدہ کی خدمت کے لئے چھوڑ دیا تھا اور حضرت اسماء سیدہ کی تیمارداری کی تمام خدمات انجام دیتی تھیں اور شبانہ روز ان کے گھر میں مقیم تھیں۔ حضرت فاطمہ نے بوقت وفات انہیں غسل دینے، کفن پہنانے اور جنازہ تیار کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ اس کے ثبوت کے لئے کتاب کے حوالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ واقعات غیروں کی ہر اس کتاب میں مذکور ہیں جس میں حضرت فاطمہ کی وفات اور تجہیز وتکفین کے واقعات درج ہیں۔ جیسے جلاء العیون، ناسخ التواریخ وغیرہ...... نہ صرف یہ بلکہ غیروں کی کتابوں میں یہ بھی تصریح ہے کہ جب حضرت فاطمہ کو یہ خیال ہوا کہ کپڑے سے عورتوں کا پردہ اچھی طرح نہیں ہوتا ہے تو گہوارہ کا مشورہ حضرت ابوبکر کی زوجہ محترمہ ہی نے دیا تھا اور یہ بیان کیا تھا کہ حبشہ میں انہوں نے یہ صورت دیکھی ہے کہ جنازہ پر لکڑیاں باندھ کر گہوارہ بناتے ہیں۔

چنانچہ اسی صورت گہوارہ کو جناب سیدہ نے پسند کیا اور حضرت ابوبکر کی زوجہ محترمہ نے موافق وصیت جناب سیدہ ان کے غسل و تجہیز و تکفین میں شریک ہوئیں۔اس سچے تاریخی واقعہ سے جو غیروں کی تمام کتب میں موجود ہے۔مندرجہ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے۔

اول: اگر جناب سیدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوتیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کبھی ان کی زوجہ محترمہ سے خدمت لینا پسند نہ کرتیں اور نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ کو یہ اجازت دیتے کہ وہ شبانہ روز سیدہ کے گھر مقیم رہیں اور ان کی تیمارداری میں مشغول ومصروف رہیں۔

دوم: بالکل وضاحت سے ثابت ہوا کہ جناب سیدہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قطعاً راضی تھیں اور اسی سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی زوجہ محترمہ سے سیدہ کے حالات معلوم ہوجاتے تھے۔یا وہ خود اپنی زوجہ سے پوچھ لیتے تھے۔یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ وفات کی اطلاع خصوصی طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کی ضرورت نہ تھی۔کیونکہ جب ان کی زوجہ محترمہ سیدہ کی تیمارداری میں مصروف تھیں تو حضرت ابوبکر کو ایک ایک پل کے حالات معلوم ہوتے رہتے ہوں گے۔چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے مشکوٰۃ کی جلد آخر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ گہوارہ کی خبر پاکر ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ پوچھنے آئے کہ یہ نئی چیز کیوں بنائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے ان کو سمجھا دیا کہ جناب سیدہ نے اس کی وصیت کی تھی اور گہوارہ کو پسند کیا تھا۔یہ سن کر حضرت ابوبکر خاموش ہوگئے۔ان مذکورہ بالا امور سے واضح ہوگیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بوقت وفات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بالکل راضی تھیں۔لہٰذا جنازہ میں ابوبکر کی عدم شرکت بالکل خلافِ عقل دعویٰ معلوم ہوتا ہے۔مذکورہ بالا عبارات سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے۔

## حضرت فاطمہ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھی

چنانچہ بخاری یا صحاح ستہ کی کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کی نماز میں شریک نہ تھے۔ بلکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر نماز جنازہ کے امام تھے۔ طبقات ابن سعد میں امام شعبی و امام نخعی سے دو روایتیں مروی ہیں۔

1. عن الشعبی قال صلی علیھا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (2) عن ابراھیم قال صلی ابوبکر الصدیق علی فاطمۃ بنت رسول اللہ و کبر علیھا اربعاً

امام شعبی و ابراہیم نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہوں نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

## سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سات گاؤں تھے

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس فدک کے علاوہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ سات گاؤں تھے جن کے نام یہ ہیں

دلال عفاف، حسنی، صافیہ، مالام ابراہیم، معبیت، برقہ، چنانچہ فروغ کافی کی جلد ثالث میں ہے کہ احمد بن محمد نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے ان سات باغوں کا حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ میراث نہ تھے بلکہ وقف تھے۔

1۔ لانھا کانت وقفا و کان رسول اللہ یاخذ الیہ منھاما ینفق علی اضیبغہ

2۔ فلما قبض جاء العباس یخاصم فاطمۃ فیھا فشھد علی علیہ السلام وغیرہ انھا وقف علی فاطمۃ علیھا السلام

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے اس قدر لے لیتے تھے جو مہمانوں کے خرچ کو کافی ہو۔ پھر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو عباس ان کی بابت حضرت فاطمہ سے جھگڑے تو حضرت علی اور دوسروں نے اس بات کی گواہی دی کہ یہ وقف ہیں فاطمہ پر فروغ کافی جو کہ غیروں کی مشہور کتاب ہے، اس کی اس روایت سے مندرجہ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے۔

1......سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس فدک کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ سات گاؤں تھے۔ مگر یہ وقف تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مہمانوں کے لئے ان کی آمدنی سے کچھ لے لیا کرتے تھے۔

2......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان میں میراث کا جھگڑا کیا تو جناب سیدہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گواہی پر ان کو یہی جواب دیا کہ یہ تو وقف ہیں اور ان میں میراث جاری نہیں ہوگی۔ پس جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان پر ان سات باغوں میں میراث جاری نہ ہوئی اور سیدہ نے ان میں سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ایک جُبّہ بھی نہ دیا تو اسی طرح اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث رسول کو نقل کر کے یہ فرمایا کہ فدک میں میراث جاری نہیں ہو سکتی تو کون سا ظلم کیا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنا دی کہ انبیاء کے مال میں میراث نہیں ہوتی اور جو مال وہ چھوڑ دیں وہ صدقہ ہے، پھر حضرت ابوبکر پر کیا طعن ہے۔ کیا ان کی حدیث پر عمل کرنا واجب تھا۔ پس اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مال وقف سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو میراث نہ دے کر کوئی جرم نہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی حدیث پر عمل کر کے کوئی جرم نہیں کیا۔ اس کے علاوہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بغض وعناد کی وجہ سے میراث کی نفی نہیں کی تھی۔ ایسا ہوتا تو آپ ازواج مطہرات اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، خصوصا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو ان کی بیٹی تھیں، ان کو میراث دے دیتے۔ کیونکہ ان سے آپ کو کوئی بغض نہ تھا۔ ثانیاً اگر خلفاء کا فیصلہ غلط تھا تو حضرت علی رضی اللہ

عنہ اپنے دور خلافت میں میراث جاری فرما دیتے۔ مگر جناب امیر نے خود فدک میں وہی عمل کیا جو خلفاء نے کیا تھا۔ اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ صحیح تھا اور جناب امیر بھی اس کو صحیح سمجھتے تھے۔ اگر وہ غلط ہوتا تو جناب امیر اپنے زمانہ میں ضرور اس میں میراث جاری کرتے۔ ثالثاً اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ سیدہ کے بغض وعناد کی وجہ سے کیا تھا تو پھر آپ نے ساری جائیداد سیدہ کے حضور کیوں پیش کی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اپنی جائیداد کو جناب سیدہ کے حضور نہایت التجاء کے ساتھ پیش کرنا اس امر کی بہت بڑی دلیل ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سیدہ سے کسی قسم کا عناد نہ تھا اور میراث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی بناء پر آپ نے منع کیا تھا۔ چنانچہ غیروں کی معتبر کتاب حق الیقین میں ہے کہ جناب سیدہ مطالبہ فدک کا پڑھ چکیں تو خلیفہ اول نے بہت سے مناقب جناب سیدہ کے بیان کئے اور بہت معذرت کے بعد یہ کہا۔

داموال واحوال خود راازتو مضائقہ نے کنم آنچہ خواہی بگیر تو سیدہ امت پدر خودی وشجر طیبہ از برائے فرزندان خود انکار......تو کسے نمے تواند کرد وحکم تو نافذاست در اموال من، اما در اموال مسلماناں مخالفت گفتہ پدرتو نمیتوانم کرد (حق الیقین ملا مجلسی ص 231)

اور میرے جملہ اموال واحوال میں تمہیں اختیار ہے۔ آپ جو کچھ چاہیں بلا تامل لے سکتی ہیں۔ آپ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی سردار ہیں اور اپنے فرزندوں کے لئے شجر طیبہ ہیں۔ آپ کی فضیلت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا اور آپ کا حکم میرے تمام مال میں نافذ ہے۔ لیکن مسلمانوں کے مال میں تمہارے والد ماجد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان واجب الایقان کی مخالفت نہیں کرسکتا۔

للہ انصاف کیجئے! سیدنا صدیق اکبر سیدہ فاطمہ کے حضور میں التجا کر رہے ہیں کہ میری دولت حاضر ہے تم جو چاہو لے سکتی ہو۔ مجھے کوئی عذر نہیں ہے، تمہارا حکم نافذ ہے۔ تمہارا افضل وشرف مسلّم ہے۔ تمہاری عظمت ورفعت سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ میرا مال حاضر ہے مگر اموال

مسلمین یعنی فدک، یہ وقف ہے۔اس میں تمہارے ہی والد محترم ومکرم حضور سید المرسلین ﷺ کے حکم کے مطابق میراث جاری نہیں ہوسکتی۔اب تم ہی بتاؤ کہ فدک میں میراث جاری کرکے رسول کے حکم کی کیسے مخالفت کروں۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے جو غیروں کی ہی مذہبی کتب میں مذکور ہے۔یہ واضح ہوگیا کہ فدک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے صرف اس لئے تقسیم نہیں کیا کہ اس کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد موجود تھا۔

ثانیا،حق الیقین کے اس حوالہ سے اس اعتراض کی بھی دھجیاں اڑ گئیں جو غیروں کے مشہور عالم سید محمد مہدی نے اپنی تصنیف سواء السبیل کے ص 165 پر کیا ہے کہ ''اگر ابوبکر خطاوار نہ تھے تو انہوں نے معذرت کیوں کی۔کیا بغیر قصور کئے بھی کوئی معذرت کرتا ہے۔'' آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک''

تو اس کا جواب بھی حق الیقین کے حوالے سے ہوگیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے قصوروار ہونے کی وجہ سے معذرت نہیں کی تھی بلکہ اس لئے کی تھی کہ ان کے دل میں جناب سیدہ کی انتہائی تعظیم وتوقیر تھی اور وہ چاہتے یہ تھے کہ سیدہ کسی غلط فہمی میں نہ ہوں اور وہ کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ میں میراث کی نفی اپنی طرف سے کررہا ہوں۔اس لئے بار بار وہ اس امر کی وضاحت کرتے تھے کہ میراث کی نفی میں نے تمہارے پدر بزرگوار حضور سید المرسلین ﷺ کے حکم کی بناء پر کی ہے اور عملی طور پر اس کی دلیل یہ پیش فرماتے تھے کہ میرا تمام مال ودولت آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔چاہو تو اس کو قبول کرلو۔

## کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فدک تقسیم کیا؟

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ تمام کتب تواریخ اس پر شاہد ہیں کہ فدک زمانہ علوی میں بھی اسی طرح رہا جیسے صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

نے بھی فدک میں وہی طریقہ جاری رکھا جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جاری رکھا تھا۔ تو اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں فدک غصب کر لیا تھا تو جناب علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا فرض تھا کہ وہ فدک کو تقسیم کرتے اور اس وقت جو اس کے وارث موجود تھے، ان کو دے دیتے اور جو ناجائز بات چلی آ رہی تھی اور جو ظلم روا رکھا گیا تھا، اس کو اپنے دورِ خلافت میں ختم کر دیتے کیونکہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے لئے پانچ امر ضروری ہیں۔

1......خوب وعظ کہنا

2......لوگوں کی خیر خواہی میں خوب قوت صرف کرنا

3......نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرنا

4......سزاؤں کے حق داروں کو سزا دینا

5......حق داروں کو ان کے حقوق واپس لوٹا دینا (نہج البلاغہ مصری، ج 1، ص 202)

اسی طرح رجال کشی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مذکور ہے

انی اذا بصرت شیئا منکراً او قدت نارا و دعوت قنبراً (رجال کشی ص 199)

جب میں خلافِ شریعت کام دیکھتا ہوں تو آگ جلاتا ہوں اور قنبر کو بلاتا ہوں۔

اسی بناء پر آپ نے ان لوگوں کو آگ میں جلا دیا تھا۔ جو آپ کو خدا کہنے لگ گئے تھے پھر فرماتے ہیں

ولا المعطل للسنة فیھلک الامة (نہج البلاغہ ص 398)

امام ایسا نہیں ہونا چاہئے جو پیغمبر کے طریقے کو چھوڑ دے، ورنہ امت ہلاک ہو جائے گی۔

لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جناب علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فدک میں وہی طریقہ جاری رکھا جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تھا یہ اس امر کی بہت بڑی دلیل ہے کہ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ

کے نزدیک فدک میں صدیقی طرزِ عمل حق وصواب تھا اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ صدیقی طرزِ عمل کو بالکل شریعت اسلامیہ کے مطابق جانتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ غیروں کا صدیقی خلافت میں غصب فدک کا قول کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت پر شرمناک حملہ ہے۔ کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فدک غصب کرلیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی یہ الزام قائم ہوگا۔ کہ انہوں نے فدک کو صدیقی خلافت کے دستور پر جاری رکھ کر امامت وخلافت کا حق ادا نہیں کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اگر غاصب فدک ثابت ہونگے تو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ غصب کے برقرار رکھنے والے۔

سوچئے کہ غصب کرنے والا زیادہ مجرم ہے یا غصب کو برقرار رکھنے والا۔ اور غاصبوں کے طرزِ عمل کی حکومت وسلطنت کے باوجود حمایت کرنے والا (معاذ اللہ)

غرضیکہ قضیہ فدک میں جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل دنیائے عصبیت پر بہت بھاری حجت ہے۔ اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اعتراض ہوگا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بھی حرف آئے گا۔ پس جناب علی مرتضیٰ کا اراضی فدک کو اسی دستور پر رکھنا جس پر کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رکھا تھا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقانیت اور ان کے طرزِ عمل کی صحت پر دلیل قاہر ہے۔

اس موقع پر غیر یہ کہا کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فدک اس لئے تقسیم نہیں کیا کہ اہل بیت مال مغصوب واپس نہیں لیا کرتے۔ لیکن یہ بات انتہائی لچر ہے۔ مجالس المومنین میں ملا نور اللہ شوشتری نے لکھا ہے۔ عمر بن عبد العزیز نے اپنے دور حکومت میں فدک امام باقر کی تحویل میں دے دیا تھا۔ اگر اہل بیت اشیائے مغصوبہ نہیں لیا کرتے تو امام باقر نے فدک واپس لے کر اپنے آباؤ اجداد کا کیوں خلاف کیا؟ اس کے علاوہ علی مرتضیٰ نے خلافت مغصوبہ کو کیوں قبول کیا

اورحضرت امام حسین خلافت مغصوب کی خاطر یزید سے کیوں لڑے؟ چونکہ معصومین کا ایک سا حال ہوتا ہے تو اس جواب سے تو غیروں پر بہت سے اعتراض پڑ جائیں گے۔اس لئے آپ کو ماننا پڑے گا کہ فدک کو حضرت علی نے اس لئے تقسیم نہیں کیا کہ ان کے نزدیک صدیق وفاروق کا فیصلہ اور عمل صحیح وصواب تھا۔اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرت علی ضرور اس فرض کو ادا فرماتے اور کسی حالت میں بھی کوتاہی نہ فرماتے۔

## سوال 10: اگر نبی کی میراث تقسیم نہیں ہوتی تو ازواج مطہرات کی میراث میں حجرے کیوں دیئے تھے؟

**جواب**: ازواج مطہرات کے پاس جو حجرے تھے، وہ بطور میراث ان کو نہیں ملے تھے بلکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں ہر زوجہ کو ایک ایک حجرہ بنوا کر ان کے قبضہ میں دے دیا تھا اور ازواج نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ان پر قبضہ بھی کر لیا تھا اور ہبہ مع قبضہ موجب ملکیت ہے جیسا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے گھر بنوا کر ان کی تحویل میں دے دیئے تھے اور ازواج مطہرات اور یہ لوگ ان گھروں کے مالک تھے لہذا یہ حجرے ازواج کو میراث نہیں ملے تھے بلکہ یہ تو ان کی ملکیت تھے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ پوری اُمّت کا اس پر اتفاق ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات نزدیک آئی تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے حجرہ میں دفن کئے جانے کی اجازت مانگی تھی۔اگر یہ حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت نہ ہوتا تو اجازت مانگنے کی کیا ضرورت تھی؟

قرآن مجید سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ حجرے ازواجِ مطہرات کی ملکیت تھے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ حجرے خود حضور ﷺ نے اپنی حیات میں ازواج کی ملکیت میں دے دیئے تھے۔

القرآن: وقرن فی بیوتکن ترجمہ: اے رسول کی بیبیو! اپنے گھروں میں رہو (سورۂ احزاب، آیت 33، پارہ 22)

اگر یہ حجرے ازواج کی ملکیت نہ ہوتے تو پھر قرن فی بیوت الرسول (رسول کے گھروں میں قرار پکڑو) ہونا چاہیئے تھا پس اس سے ثابت ہوا کہ حجرے ازواج مطہرات کی ملکیت تھے اور میراث میں ان کو نہیں ملے تھے۔

## سوال نمبر 11: اگر انبیاء کرام علیہم السلام کا مالی ترکہ تقسیم نہیں ہوتا تو حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں قرآن مجید نے یہ کیوں فرمایا؟

وورث سلیمان داؤد ...... وارث ہوئے سلیمان داؤد کے

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث جاری ہوتی ہے

**جواب**: اس آیت میں نبوت و بادشاہت کی وراثت مراد ہے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو وراثت علمی ملی تھی، مالی نہیں۔ چنانچہ اس کے دلائل یہ ہیں۔

دلیل: اہل تاریخ کا اجماع ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے کم و بیش انیس فرزند تھے (کتاب ناسخ التواریخ، جلد اول، ص 270 پر حضرت داؤد علیہ السلام کے سترہ بیٹوں کے نام لکھے ہیں) اور قرآن نے یہ بتایا کہ ان میں سے صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کو میراث ملی اور باقی

افراد محروم رہے تو اگر یہاں میراث سے مالی میراث مراد ہوتی تو ان کے تمام فرزندوں کو ملنی چاہیئے تھی جس سے یہ ثابت ہوا کہ یہاں میراث سے علم اور نبوت مراد ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو تو ملی مگر ان کے دوسرے بھائی محروم رہے۔

دلیل...... یہاں اگر میراث سے مالی میراث مراد لی جائے تو کلام الٰہی کا لغویت پر مشتمل ہونا لازم آتا ہے، کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر بیٹا اپنے باپ کی میراث پاتا ہے اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا جائے۔ ایسی صورت میں قرآن مجید کا یہ خبر دینا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے، بالکل لغو ہے۔ اور کلام الٰہی لغویت سے پاک ہوتا ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ اس آیت میں میراث علمی ہی مراد ہے۔

دلیل......اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے فضائل ومراتب کا اظہار کیا گیا ہے اور اگر اس سے مراد وراثت مالی ہو تو یہ کوئی فضیلت کی بات نہیں ہے۔ میراث تو آخر سبھی کو ملتی ہے۔ اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے۔ اس لئے یہاں میراث سے مراد علمی میراث ہی ہے اور اسی بات کو قرآن مجید نے مقام مدح میں بیان کر کے اس کا اظہار کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹوں میں سے یہ شرف صرف حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کو حاصل ہوا کہ وہ منصب نبوت پر فائز ہوئے اور انہوں نے اپنے والد حضرت داؤد علیہ السلام کی میراث نبوت کو پالیا چنانچہ آیت زیر بحث کے آخری جملے "ان هذا الهو الفضل المبين" کی تفسیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے نبوت اور بادشاہت سے کی ہے۔ (تفسیر صافی جلد دوم ص 73)

امام جعفر صادق کی اس تفسیر سے واضح ہوا کہ اس آیت میں نبوت و بادشاہت کی میراث مراد ہے، مالی میراث مراد نہیں ہے، چنانچہ اس کی تائید آیت سے بھی ہوتی ہے۔

القرآن: وورث سليمان داؤد قال ياايها الناس علمنا منطق الطير

ترجمہ: وارث ہوئے سلیمان داؤد کے۔ پھر کہا سلیمان نے اے لوگو! ہمیں جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر چیز کا علم دیا ہے۔ آیت کا یہ حصہ بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کی میراث میں علم اور نبوت ہی پایا تھا۔

## سوال نمبر 12: باغ فدک کیا تھا، کہاں سے آیا اور اس کی آمدنی کے مصارف کیا تھے؟

**جواب** :اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض قطعات زمین ایسے تھے جو مسلمانوں کے حملے کے وقت کفار نے مغلوب ہو کر بغیر لڑائی کے مسلمانوں کے حوالے کر دیئے تھے۔ ان میں سے ایک فدک بھی تھا جو مدینہ منورہ سے تین منزل پر ایک گاؤں تھا اس کی نصف زمین یہودی نے بطور صلح کے دی تھی۔

اسی طرح سات قطعات زمین اور تھے جو مدینہ سے ملحق تھے۔ جن کو یہود بن نضیر سے حاصل کیا گیا تھا۔ یہ تمام قطعات زمین مع فدک کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حاجتوں کے لئے اپنے قبضہ میں رکھ لئے تھے۔ اسی طرح بعض قطعات خیبر کے تھے جن کی آمدنی سے پانچواں حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتا تھا۔ جہاد میں جو مال غنیمت آتا تھا اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ مقرر تھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ان قطعات زمین سے جو آمدنی ہوتی تھی مندرجہ ذیل امور پر خرچ فرماتے تھے۔

1......اپنی ذات مبارک پر اپنے اہل وعیال، ازواج مطہرات پر اور تمام بنی ہاشم کو بھی اسی آمدنی سے کچھ عطا فرماتے تھے۔

2......مہمان اور بادشاہوں کے جو سفیر آتے تھے، ان کی مہمان نوازی بھی اسی سے ہوتی تھی۔

3......حاجت مندوں اور غریبوں کی امداد بھی اسی سے فرماتے تھے۔

4......جہاد کے لئے اسلحہ بھی اسی آمدنی سے خرید فرماتے تھے۔

5......آپ اسی آمدنی سے مجاہدین کی امداد بھی فرماتے تھے۔ جس کو تلوار کی ضرورت ہوتی اس کو تلوار اور جس کو گھوڑے یا اونٹ کی حاجت ہوتی، اسے عطا فرماتے۔

6......اصحاب صفہ کی خبر گیری اور ان کے مصارف بھی حضور ﷺ اسی سے پورا فرماتے تھے۔ صدقہ کا جو مال آتا تھا۔ حضور ﷺ اس سے کچھ نہیں لیتے تھے، آتے ہی فوراً غریبوں میں تقسیم فرمادیتے تھے۔

اب ظاہر ہے کہ یہ آمدنی ان تمام مصارف کے مقابلہ میں بہت تھوڑی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ازواج مطہرات کو شکایت رہتی تھی۔ آپ نے بنی ہاشم کا جو وظیفہ مقرر کیا تھا، وہ بھی مناسب تھا۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو حد سے زیادہ عزیز تھیں۔ مگر ان کی بھی پوری کفالت نہیں فرماتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان قطعات زمین کی آمدنی حضور ﷺ مخصوص مدوں میں خرچ فرماتے تھے اور ان کو آپ نے اپنے ذاتی ملکیت قرار نہیں دیا تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ فرمادیتے تھے۔

جب رسول پاک ﷺ کا وصال ہوا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، انہوں نے بھی فدک کی آمدنی کو انہیں مصارف میں خرچ کیا جن میں حضور ﷺ اپنی حیات مبارکہ میں صرف فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فدک کی پیداوار کو لیتے تھے اور جتنا اہل بیت کا خرچ ہوتا تھا، ان کو اس سے بھیج دیتے تھے اور جن جن کے سرکار ﷺ نے وظیفے مقرر فرما رکھے تھے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باقاعدگی کے ساتھ ان کو دے دیتے تھے۔ فدک کی آمدنی

خلفائے اربعہ ابوبکر وعمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہما سب نے انہیں مصارف میں خرچ کیا جن میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے حتی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب حاکم ہوئے تو امام حسن رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد مروان نے فدک کے ایک ثلث کو اپنی جاگیر بنالیا پھر اپنی خلافت کے زمانہ میں اپنے لئے خاص کرلیا اور فدک مروان کی اولاد کے پاس رہا۔

یہاں تک کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی حکومت ہوئی تو انہوں نے فدک کو مروان کے رشتہ داروں سے لے کر اسی حالت میں لوٹا دیا جس حالت میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں تھا، یعنی انہوں نے فدک کی آمدنی کو انہیں مصارف پر خرچ کرنے کا حکم دیا جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہما اس آمدنی کو خرچ کیا کرتے تھے۔ فدک کے متعلق جو باتیں ہم نے درج کی ہیں، یہ ہر کسی کو تسلیم ہیں۔ تاریخی حقائق سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاملہ کچھ بھی نہ تھا۔ محض بات کا بتنگڑ بنا کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مطعون کیا گیا ہے۔ یہاں ہم خصوصیت کے ساتھ چند امور کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں جن سے اس مسئلہ کو سمجھنے میں مزید آسانی ہوگی۔

1...... باغ فدک کی آمدنی کو جن مصارف میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے۔ خلفائے راشدین حضرت ابوبکر وعمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہما نے بھی انہی مصارف میں خرچ کیا تھا۔

2...... باغ فدک کسی کی ملکیت نہ تھا صرف اس کی آمدنی کے مصارف مقرر تھے کہ اس کی آمدنی فلاں فلاں جگہ خرچ کی جائے۔

3...... خلفائے راشدین حضرت ابوبکر وعمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم باغ فدک کی آمدنی کو وصول کرتے تھے تو محض وکیل کی حیثیت سے کرتے تھے۔ کیونکہ نظام حکومت ان کے ہاتھ میں تھا اس لئے ان کا فرض تھا کہ وہ باغ فدک کی آمدنی کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ مصارف

میں خرچ کریں۔

چنانچہ خود غیروں کے علماء نے اس بات کا اعتراف واعلان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آمدنی فدک سے رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق اہلبیت کے اخراجات پورے کیا کرتے تھے۔

1......نہج البلاغہ کی فارسی شرح جو کہ غیروں کے عالم سید علی نقی فیض الاسلام نے کی ہے، اس کی پانچویں جلد کے ص960 پر اور درنجفیہ کے ص332 پر تحریر ہے "**ابوبکر غلہ و سود آنرا گرفتہ بقدر کفالت باھل بیت علیہم السلام میداد**" ابوبکر فدک کی آمدنی سے اہلبیت کا خرچ ان کی ضرورت کے مطابق دیا کرتے تھے۔

2......نہج البلاغہ کی شرح جو کہ غیروں کے عالم مسیم بحرانی نے کی ہے اس کے ص543 پر اور دوسری شرح غیروں کے عالم ابن ابی الحدید نے کی ہے اس کے جلد دوم ص296 پر تحریر ہے کہ "**وکان ابوبکر یاخذ غلتها فیدفع الیهم منهاما یکفیهم**" ابوبکر فدک کی آمدنی سے اہل بیت کو دیتے تھے جو ان کو کافی ہو جاتا تھا۔

ان چار مورخین کے اعتراف واعلان سے واضح ہو گیا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے باغ فدک میں وہی عمل کیا جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ آپ نے فدک میں کوئی خیانت نہیں کی نہ اس کو غصب کیا۔

## سوال نمبر 13: باغ فدک حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بوقت دعویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ام ایمن رضی اللہ عنہا کی گواہی پیش

## کی اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر دعویٰ قبول نہیں کیا کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی قبول نہیں ہوتی

**جواب:** سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ہبہ کا دعویٰ کرنا اور اس پر مولا علی رضی اللہ عنہ اور ام ایمن کا گواہی دینا اہلسنت کی معتبر کتاب میں بسند صحیح موجود نہیں ہے۔ یہ تو غیروں نے ایک فرضی افسانہ گھڑا کیا ہے جس کا نہ کوئی سر ہے اور نہ کوئی پاؤں اور جب تک کتب اہلسنت کی صحیح روایت سے یہ بات ثابت نہ ہو، اس وقت تک اس فرضی افسانہ کے جواب کی ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور جب یہ افسانہ ہی فرضی ہے تو اس کی بنیاد پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر جو بھی الزام قائم کیا جائے گا، وہ خود بخود باطل ہو جائے گا۔

شرح ابن الحدید جو غیروں کی معتبر مذہبی کتاب نہج البلاغۃ کی شرح ہے، اس میں ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ

قال لها ابوبکر لما طلبت فدک بابی وامی انت الصادقة المينة عندی ان کان رسول الله صلی الله عليه وسلم عهد اليک عهدا ووعدک وعداً صدقتک وسلمت اليک فقالت لم يعهد الی فی ذلک (شرح ابن الحدید)

جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فدک طلب کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان، تم میرے نزدیک صادقہ اور امینہ ہو۔ اگر حضور ﷺ نے تم سے فدک کے معاملے میں کوئی عہد یا وعدہ کیا تھا تو میں اس کو تسلیم کرنے کیلئے تیار ہوں اور فدک تمہارے حوالے کر دوں گا۔ تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور ﷺ نے مجھ سے فدک کے معاملے میں کوئی عہد نہیں فرمایا۔

اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ ہبہ فدک کا جو افسانہ گھڑا کیا گیا ہے، وہ خالص جھوٹ پر مبنی

ہے۔ جب سیدہ خود فرما رہی ہیں کہ فدک کے متعلق حضور ﷺ نے مجھ سے کوئی عہد اور وعدہ نہیں کیا تو ایسی صورت میں یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ سیدہ نے ہبہ فدک کا دعویٰ کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ فقط افسانہ ہی ہے اور اسی سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ فدک کے متعلق حضور ﷺ نے وصیت بھی نہیں فرمائی تھی۔ اگر وصیت کی ہوتی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوراً اس کا اظہار فرما دیتیں۔

## فدک حضور ﷺ نے سیدہ کو ہبہ نہیں کیا

ثالثاً کتب اہل سنت میں ایسی کوئی صحیح روایت موجود نہیں ہے کہ سیدہ نے ہبہ فدک کا دعویٰ فرمایا۔ اس کے برعکس مشکوٰۃ میں یہ روایت موجود ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ حاکم ہوئے تو انہوں نے مروان کے رشتہ داروں کو جمع کر کے کہا کہ فدک حضور ﷺ کے قبضہ میں تھا۔ حضور ﷺ اس کی آمدنی کو اپنی ذات پر، بنی ہاشم کے صغیروں پر خرچ فرماتے تھے اور بے شوہر عورتوں کے نکاح بھی اس کی آمدنی سے کرا دیتے تھے۔

وان فاطمة سالت ان یجعلها فابی (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص 53)

اور تحقیق سیدہ فاطمہ نے یہ درخواست کی کہ حضور ﷺ فدک انہیں عطا فرما دیں تو حضور ﷺ نے انکار کر دیا

پھر جب حضور ﷺ کا وصال ہو گیا تو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے فدک میں وہی عمل کیا جو حضور ﷺ کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اب یہ فدک مجھ تک پہنچا ہے۔ حضور ﷺ نے فدک فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہ دیا تو جو چیز حضور ﷺ نے فاطمہ کو نہ دی، مجھے بھی اس کو اپنے قبضہ میں رکھنا جائز نہیں۔

وانی اشھد کم انی رددتھا علیٰ ما کانت یعنی علیٰ عھد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم (مشکوٰۃ شریف)

میں تم سب کو گواہ کرتا ہوں کہ میں فدک کو (مروان کے رشتہ داروں) سے واپس لے کر اسی حالت میں واپس کرتا ہوں جس حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔

غرضیکہ کتب صحاح اہل سنت میں ہبہ فدک کی کوئی روایت ہی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں غیروں کا اپنی مذہبی کتب سے روایات پیش کر کے ہم پر الزام قائم کرنا اصول مناظرہ کے خلاف ہے۔ پھر اس پر مزید یہ کہ ہم نے شرح نہج البلاغۃ کے حوالہ سے جو روایت پیش کی ہے اس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ سے فدک کے متعلق کوئی وعدہ یا عہد فرمایا ہی نہیں تھا۔

رابعاً اگر بفرض محال یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ کو فدک ہبہ کر دیا تھا تو اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری تھی۔ جیسا کہ قرآن کا حکم ہے۔ لیکن جناب سیدہ نے شہادت کا نصاب کامل پیش نہیں فرمایا۔ ایسی صورت میں فیصلہ سیدہ کے حق میں کیسے ہوتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بحکم قرآن مجبور تھے۔ بتائیے اس میں ان کا کیا قصور ہے۔ اگر انہوں نے دعویٰ رد بھی کر دیا تو قرآن کے حکم کے مطابق کیا۔ اپنی طرف سے تو کچھ نہیں کیا۔

خامساً اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ فدک سیدہ کو ہبہ تھا۔ تو یہ مسئلہ اُمّت کا متفقہ ہے کہ جب تک موہوب پر موہوب لہٗ کا قبضہ نہ ہو جائے اس وقت تک ہبہ تمام نہیں ہوتا۔ مثلاً زید نے ایک قطعہ زمین بکر کو ہبہ تو کر دیا۔ مگر قبضہ مالکانہ نہ دیا۔ اب زید مر جائے اور بکر ہبہ کا دعویٰ کرے تو بکر کا یہ دعویٰ باطل ہوگا۔ یہی صورت فدک کی ہے اور پوری اُمّت متفق ہے کہ فدک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں اپنے قبضہ و تصرف ہی میں رکھا اور کسی کو اس کا قبضہ نہیں دیا۔ جب یہ امر مُسلّم ہے تو گویا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی نظریہ تھا کہ مجرد ہبہ دلیل ملکیت نہیں بن سکتا۔ تاوقتیکہ تصرف اور قبضہ ثابت نہ ہو جائے اور سیدہ نے یہ ثابت نہیں فرمایا کہ فدک حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنی حیات میں میرے قبضہ وتصرف میں دے دیا تھا۔ بتایئے اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا ظلم کیا۔ کیا قانون اسلامی پر عمل کرنا جرم ہے؟ کیا قانون اسلامی کے مطابق فیصلہ کرنا ظلم ہے؟ اس مسئلہ کو سمجھ لینے کے بعد اب اس پر غور کیجئے کہ اگر بالفرض سیدہ نے دعویٰ فرمایا کہ......

1۔ فدک حضور ﷺ نے مجھے ہبہ کر دیا تھا۔

2۔ حضرت علی وام ایمن نے بالفرض گواہی دے دی کہ ہاں ہبہ کیا تھا۔

(سیدہ کے دعویٰ کے لفظ ذہن میں رکھئے)

3۔ لیکن سیدہ نے یہ دعویٰ نہیں فرمایا کہ حضور ﷺ نے ہبہ کرنے کے بعد فدک میرے قبضہ و تصرف میں دے دیا تھا اور گواہان نے بھی اس امر کی گواہی نہ دی۔

ایسی صورت میں غیروں کا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گواہی رد کر دی۔ یہ ایک غلط بات ہے۔ کیونکہ گواہی کو رد کرنا اور چیز ہے اور گواہی پر فیصلہ دینا اور بات ہے۔ بعض اوقات گواہ جس بات کی گواہی دے رہے ہوں وہ واقعہ کے بالکل مطابق ہوتی ہے مگر قاضی اس پر فیصلہ دینے کا مجاز نہیں ہوتا۔ چنانچہ دیکھ لیجئے اور انصاف کیجئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ کے دعویٰ یا گواہوں کی گواہی کو رد نہیں کیا اور یہ نہیں فرمایا کہ سیدہ تم اور تمہارے گواہ جھوٹ بولتے ہیں، بلکہ آپ نے تو ایک قانونی نکتہ سامنے رکھ کر سیدہ سے یہ فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ حضور ﷺ نے فدک آپ کو ہبہ کر دیا تھا۔ مگر قانون یہ ہے کہ ہبہ قبضہ وتصرف کے بغیر تمام نہیں ہوتا۔ اور آپ صرف ہبہ کا دعویٰ فرماتی ہیں، قبضہ وتصرف کا نہیں! ایسی صورت میں آپ کے حق میں کس طرح فیصلہ دے دوں اور اسلام کے قانون کو کیسے پس پشت ڈال دوں۔

الغرض اس بات پر پوری اُمّت متفق ہے۔

1...... حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیات میں فدک اپنے ہی قبضے میں رکھا تھا اور آپ ﷺ

خود اس کی آمدنی سے خرچ فرماتے تھے۔

2......فدک حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں جناب سیدہ کے قبضہ وتصرف میں نہیں تھا۔

3...... جب تک موہوب چیز موہوب لہٗ کے تصرف میں نہ دی جائے، اس وقت تک ہبہ تمام نہیں ہوتا۔

جب یہ باتیں دونوں فریق کے نزدیک مُسلّم ہیں تو اب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر طعن کا کوئی جواز ہی باقی نہ رہا کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قانون اسلامی پر عمل کیا اور جناب سیدہ سے فرمادیا کہ آپ کا دعویٰ تو صحیح ہے مگر یہ قانون ہے۔اس لئے اب آپ ہی بتائیے کہ فیصلہ آپ کے حق میں کیسے کردیا جائے۔

## حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی؟ معترضین کا آخری وار

اگرچہ مذکورہ بالا تحریر سے فدک کا ہر پہلو سلجھ گیا ہے اور ایک منصف کے لئے تو یہ گنجائش ہی نہیں رہی ہے کہ وہ ان حقائق کے ہوتے ہوئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کسی قسم کا طعن کرے۔مگر آخر میں ہم اس کے متعلق مزید گفتگو کرنا چاہتے ہیں تاکہ حق واضح تر ہوجائے۔
اعتراض کرنے والے جب ہر طرح سے لاجواب ہوجاتے ہیں تو پھر سب سے بڑا اور سب سے اہم یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ بخاری کی روایت سے ثابت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر سیدہ ناراض ہوگئیں اور جب تک زندہ رہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کلام نہیں کیا اور جب ان کا انتقال ہوا تو جناب امیر نے رات کو ان کو دفن کردیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع بھی نہ دی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کتب صحاح اہل سنت میں جناب سیدہ کی زبان سے ان کا ناراض ہونا ہرگز ہرگز منقول نہیں ہے۔ناراضگی دل کا فعل ہے جب تک زبان سے ظاہر نہ ہو دوسرے شخص کو

اس کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ البتہ قرائن سے دوسرا شخص قیاس کر سکتا ہے۔ مگر ایسے قیاس میں غلطی ہو سکتی ہے تو جب سیدہ کی زبان سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شکایت ثابت ہی نہیں ہے تو پھر اعتراض کیسا؟

ثانیاً...... بخاری کی جس روایت سے یہ شبہ پیدا کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت سیدہ نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فدک مانگا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنادی۔ گویا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ آپ تقسیم فدک کا مطالبہ فرماتی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔ جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ اب آپ ہی فرمائیے کہ فدک تقسیم کیسے ہو۔ بس یہ ہے وہ زبانی گفتگو جو جناب سیدہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوئی۔ سیدہ نے حدیث سن لی اور خاموش ہو گئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث سنانے کے بعد اس پر عمل کرنے کا عہد فرمایا۔ اس حدیث کی راوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ وہ سیدہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبانی گفتگو کو نقل کرنے کے بعد اپنے تاثرات اس طرح ظاہر فرماتی ہیں۔

**قال فھجرته فلم تکلمه حتی ماتت** (بخاری، کتاب الفرائض، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانورث ماترکنا صدقۃ، حدیث 1631، ص715، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

راوی نے کہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مفارقت کرلی اور ان سے کلام نہ کیا (فدک کے معاملہ میں) حتی کہ سیدہ وفات پاگئیں۔

بخاری کی دونوں روایتیں ہم نے من وعن آپ کے سامنے رکھ دی ہیں۔ بعض لوگ انہیں سے یہ شبہ پیدا کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ناراض ہو گئیں اور پھر وفات تک آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کلام نہ کیا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ روایت بخاری سے یہ مفہوم لینا بالکل غلط ہے اور اس کے دلائل یہ ہیں۔

اول: بخاری ومسلم وصحاح کی روایات میں ھجرت کے جوالفاظ ہیں وہ حضرت سیدہ کی زبان کے الفاظ نہیں ہیں اور نہ کسی روایت میں یہ مذکور ہے کہ سیدہ نے اپنی زبان مبارک سے اظہار ناراضگی فرمایا۔ بلکہ یہ الفاظ راوی کے اپنے تاثرات ہیں جواس نے واقعات سے اخذ کئے ہیں۔صحاح کی کسی روایت سے سیدہ کا اپنی زبان سے اظہار ناراضگی فرمانا ثابت ہی نہیں ہے۔

دوم: یہ امر مُسلّم ہے کہ راوی حدیث ایک واقعہ سے جو نتیجہ نکالتا ہے،اس میں غلطی ہوسکتی ہے۔ وہ ظاہراً واقعہ میں دیانت داری کے ساتھ ایک نتیجہ نکالتا ہے۔مگر ہوسکتا ہے کہ وہ نتیجہ غلط ہو۔ یہاں بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ جب راوی نے یہ دیکھا کہ سیدہ نے فدک مانگا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث سنادی اور حدیث سن کر سیدہ خاموش ہوگئیں اور پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بات نہ کی تو اس نے اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوجانے کی وجہ سے خاموش ہوئی ہوں گی۔ چنانچہ اس نے اپنے تاثرات کو انہیں الفاظ میں بیان کردیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوگئیں۔حالانکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ خاموش ہوجانا یا ترک کلام کرنا ناراضگی ہی کی بناء پر ہو۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حدیث سن کر مطمئن ہوگئیں۔اس لئے خاموش ہوگئیں۔اور پھر چونکہ ان کو فدک کے معاملہ میں مزید گفتگو کی ضرورت ہی نہ رہی۔ اس لئے سیدہ نے اس معاملہ میں مزید گفتگو نہ فرمائی۔ چنانچہ اس قسم کے متعدد واقعات دونوں کے راویان حدیث میں مل جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک بار اکثر صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حالت سے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے اور یہ واقعہ مشہور ہوگیا مگر جب فاروق اعظم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تحقیق کی تو آپ نے فرمایا۔ میں نے طلاق تو نہیں دی۔ دیکھئے مسجد نبوی میں صحابہ کرام جمع ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی ہے۔مگر جب تحقیق کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ نہیں بلکہ صحابہ کرام کا قیاس تھا تو جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت نشینی سے صحابہ نے یہ قیاس کیا کہ آپ

نے طلاق دے دی ہے حالانکہ طلاق نہیں دی تھی۔ بلکہ صرف علیحدگی اختیار کی تھی۔ٹھیک اسی طرح فدک کے معاملہ میں راوی نے ترک کلام اور سیدہ کی خاموشی سے ناراضگی کا استنباط کرلیا، حالانکہ واقعہ یہ نہ تھا۔ کیونکہ ترک کلام ایسی چیز نہیں ہے، جس کی علت ضرور ناراضگی ہو اور پھر حضرت سیدہ کا حدیث سن کر ناراض ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ کون مسلمان ہے جو حدیث رسول سن کر ناراض ہوجائے۔ چہ جائیکہ سیدہ ناراض ہوں۔ اور راوی حدیث کا کسی واقعہ سے قیاس کرنا اور اس کا قیاس غلط ہوجانا کوئی ایسی بات نہیں ہے جو راوی کی دیانت وامانت یا عدالت وثقاہت کو مجروح کر سکے۔ کیونکہ قیاس میں یا اندازہ میں جو غلطی ہوتی ہے، اس میں غلطی کا قصد نہیں ہوتا۔

غرضیکہ صحاح کی روایت سے جو بات ثابت ہوسکی وہ صرف اس قدر ہے کہ راوی حدیث کا اندازہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئیں۔ لیکن اس اندازہ کو قطعی اور یقینی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ لہٰذا ایسی صورت میں صحاح کی روایت سے بعض حضرات کا یہ شبہ پیدا کرنا کہ سیدہ یقیناً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئی تھیں، کوئی وزن نہیں رکھتا۔ جب صحاح کی روایت سے یہ امر یقین کے ساتھ ثابت ہی نہیں ہے کہ سیدہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ناراض ہوئی تھیں تو ایسی صورت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر زبان دراز کرنے کی کیا گنجائش ہے۔

سوم: یہی وجہ ہے کہ بخاری ومسلم وترمذی وغیرہ میں 14 جگہ حدیث فدک مذکور ہے جن میں سے چار مقام ایسے ہیں جہاں ناراضگی مذکور ہے۔ باقی دس مقاموں میں ناراضگی کا تذکرہ ہی نہیں ہے۔ پھر حدیث فدک دراصل صرف تین صحابہ سے مروی ہے۔ حضرت عائشہ، ابوطفیل، حضرت ابوہریرہ جس میں صرف حضرت صدیقہ سے عروہ بن زبیر کے واسطے سے ابن شہاب زہری جو روایت کرتے ہیں۔ اس میں ناراضگی کا ذکر ہے لیکن ابن شہاب زہری بھی ہمیشہ ناراضگی کا فقرہ نہیں بیان کرتے۔ کبھی بیان کرتے ہیں اور کبھی نہیں۔ چنانچہ ذیل کے مقامات میں ناراضگی

کا ذکر نہیں ہے۔حالانکہ زہری اس میں بھی ہیں۔

بخاری جلد اول کتاب الجہاد و باب فرض الخمس

بخاری جلد دوم کتاب المناقب باب قرابۃ رسول اللہ

بخاری جلد دوم کتاب المغازی باب غزوہ خیبر

بخاری کتاب الفرائض

اسی طرح ابوداؤد میں تین جگہ ترمذی میں صرف ایک جگہ اس حدیث کا ذکر آیا ہے۔مگر وہاں بھی ناراضگی کا ذکر نہیں ہے۔غرضیکہ چودہ مقامات میں سے صرف چار مقام پر ناراضگی کا ذکر ہے اور وہ بھی حضرت سیدہ کی زبان سے نہیں بلکہ راوی کا اپنا تاثر ہے جس میں غلطی ہوسکتی ہے اور یہ بات بھی ہمارے مذکورہ بلادعویٰ کی تائید وتوثیق کرتی ہے۔

چہارم: اصل واقعہ پر دیانتداری کے ساتھ غور کیا جائے تو بھی ہمارے مذکورہ بالا نظریہ کی مزید توثیق ہوجاتی ہے۔جس کی تقریر یہ ہے۔سیدہ نے فدک مانگا،صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیث سنا دی۔حدیث سنانا اور اس پر عمل کرنے کا عہد کرنا کوئی بھی تو ایسی بات نہ تھی جس پر سیدہ ناراضگی کا اظہار فرماتیں۔خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حدیث سنا رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ کہہ رہے ہیں۔

انما یاکل ال محمد فی هذا المال (مسلم شریف)

ہاں فدک کا مال آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف ہوگا

دیکھئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آمدنی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف کرنے سے انکار نہیں فرما رہے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ فدک میں میراث تو حکم نبوی کی بناءِ پر جاری نہیں ہوسکتی۔ہاں اس کی آمدنی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ضرور صرف کی جائے گی۔جس سے اس شبہ کی بنیاد بھی اڑ گئی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فدک غصب کرلیا یا سیدہ کو محروم کردیا۔غصب یا محروم کردینے کا لفظ تو اس وقت کہا

جا سکتا ہے جبکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے کہ ”نہ میں فدک تقسیم کرتا ہوں اور نہ اس کی آمدنی آل محمد ﷺ کو دیتا ہوں“

اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ فیصلہ کرتے تو بے شک ان پر الزام آ سکتا تھا۔ مگر انہوں نے تو یہ فرمایا کہ فدک کی تقسیم تو حکم نبوی کی رو سے نہیں ہو سکتی۔ ہاں اس کی آمدنی آل محمد ﷺ پر صرف ہوگی۔ اور جس طرح حضور اکرم ﷺ فدک میں عمل کرتے تھے، اسی طرح میں بھی کروں گا۔ چنانچہ مسلم کے یہ لفظ ہیں:

**وانی واللہ لا اغیر شیئاً صدقة رسول اللہ عن حالها الذی کانت علیها فی عهد رسول اللہ ولا عملن بما عمل رسول اللہ** (مسلم شریف)

اور بخدا فدک جس حال میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھا، میں اس میں قطعاً تغیر نہیں کروں گا اور جو عمل رسول کریم ﷺ کرتے تھے وہی کروں گا۔

ان صاف وصریح الفاظ سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فدک کی آمدنی دینے سے قطعاً انکار نہیں فرمایا تو ایسی صورت میں نہ تو غصب فدک کا الزام قائم ہو سکتا ہے اور نہ سیدہ فاطمہ ایسے معقول جواب کو سن کر ناراض ہو سکتی ہیں کیونکہ حدیث رسول سن کر سیدہ کا ناراض ہونا ہی ناممکن ہے۔

اس کے علاوہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ قضیہ فدک میں سیدہ کا راضی ہونا اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عمل سے خوش ہو جانا خود دیگر کتب سے ثابت ہے۔ ایسی صورت میں یہ کہاں کی دیانتداری ہے کہ ناراضگی کی روایت کو تو اچھالا جائے اور رضامندی کی روایتوں کو چھپا لیا جائے۔ پس جب قضیہ فدک میں سیدہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی ہونا ظاہر ہے تو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کی کیا گنجائش؟

# سیدہ کا جناب علی رضی اللہ عنہ پر ناراض ہونا

پھر اہل بعض حضرات کے نزدیک یہ بات بھی ثابت ہے کہ جناب سیدہ فاطمہ صلوات اللہ علیہا حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے بھی ناراض ہو جایا کرتی تھیں۔ ایک بار نہیں متعدد بار ناراض ہوئی ہیں اور حضور اکرم ﷺ نے صلح کرائی ہے۔ چنانچہ جلاء العیون کے ص 186 پر مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ جناب سیدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوئیں تو آپ حسن اور حسین اور ام کلثوم کو ہمراہ لے کر اپنے میکے چلی آئیں۔ نہ صرف یہ بلکہ کبھی آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس قدر شدید ناراض ہوتی تھیں کہ آپ کو سخت سست بھی کہہ دیا کرتی تھیں۔ جیسا کہ کتاب حق الیقین کے ص 233 پر مرقوم ہے کہ جناب سیدہ نے ایک دفعہ ناراض ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ جملے کہے تھے۔

**مانند جنین دررحم پردہ نشیں شدہ و مثل خائباں درخانہ گریختہ**

بچہ کی طرح ماں کے پیٹ میں چھپ گئے اور مثل نامرادوں کے گھر میں بیٹھ گئے۔

غرضیکہ جناب سیدہ کا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور دونوں مکاتب فکر کی معتبر مذہبی کتب میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں جن سے سیدہ کا جناب علی رضی اللہ عنہ پر ناراض ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اس کا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ جناب سیدہ کی علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے جو ناراضگی ہوتی تھی وہ وقتی اور عارضی ہوتی تھی۔ اس کے بعد آپ راضی بھی تو ہو جایا کرتی تھیں۔ تو ہم کہیں گے کہ اول تو سیدہ کا اپنی زبان سے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہونا ہی ثابت نہیں ہے اور اگر راوی کے تاثر کو صحیح مان کر یہ بھی کہہ دیا جائے کہ سیدہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئی تھیں تو یہ ناراضگی بھی عارضی اور وقتی تھی کیونکہ دونوں کی معتبر کتب سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ سیدہ حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ سے راضی ہوگئی تھیں تو جب بات یہ ہے تو ایسی صورت میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کیوں؟

## کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئیں؟

اور اگر بفرض محال ہم یہ مان بھی لیں کہ جناب سیدہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ہی ناراض ہوئی تھیں تو بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کوئی الزام قائم نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو حدیث سنائی تھی جو ان کا فرض تھا۔ اب اگر اس بات پر سیدہ ناراض ہو جاتی ہیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اس میں کیا قصور ہے۔ کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدہ کی خاطر حضور سید المرسلین ﷺ کے حکم پر عمل نہ کرتے؟ حالانکہ یہ مُسلّم ہے کہ جب حکم رسول طریقہ صحیحہ سے مل جائے تو اس پر عمل کرنا اور اس کو ماننا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ خواہ وہ اہل بیت سے ہو یا کوئی اور، حکم رسول ﷺ پر گردن جھکا دینا واجب ہے۔

الغرض اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ جناب سیدہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئی تھیں تو ایسی صورت میں تو خود سیدہ پر الزام آتا ہے کہ وہ حدیث رسول ﷺ سن کر بگڑ گئیں اور یہ بات سیدہ کی ذات سے ناممکن ہے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حدیث سن کر ناراض نہیں ہوسکتیں اور روایات میں غضب وغصہ کے جو الفاظ آئے ہیں۔ وہ راوی کے اپنے تاثرات ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زبان اقدس کے کلمات نہیں ہیں۔

ثانیاً ان تمام بحثوں کو چھوڑ کر فرض کیجئے۔ سیدہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ہی ناراض ہوئیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب خود حضور ﷺ سے حدیث لانورث سنی تھی۔ کہ ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے تو حکم نبوی ﷺ کے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کیا فرض تھا۔ آیا ان کو جائز تھا کہ سیدہ کو خوش کرنے کے لئے حدیث رسول ﷺ کو پس پشت ڈال

دیتے۔ ہمارے خیال میں کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ سیدہ کو راضی رکھنے کے لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حدیث پر عمل کرنا چھوڑ دینا چاہئے تھا۔ جب یہ بات مُسلّم ہے تو پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کیا یہ الزام؟

ثالثاً یہاں ہم اس امر کی وضاحت بھی کر دیں کہ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے فاطمہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ ہم کہتے ہیں یہ بات حق ہے مگر سوال یہ ہے کہ ایذا کا مفہوم کیا ہے۔ کیا اگر کوئی شخص حدیث پر عمل کرے تو اس سے سیدہ کو حقیقۃً ایذا پہنچ سکتی ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو اگر بالفرض سیدہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئی ہوں تو ان کا یہ فعل تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو ہرگز ناراض نہیں کیا۔ انہوں نے تو صرف حدیث سنا کر اس پر عمل کیا تھا اور اس سے حقیقۃً سیدہ کو ایذا نہیں پہنچ سکتی۔ لہٰذا اس وعید میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو داخل ہی نہیں کیا جا سکتا۔

رابعاً اگر بعض حضرات اس پر اصرار کریں کہ ہم تمہاری بات نہیں مانتے۔ سیدہ ضرور ابوبکر ہی پر ناراض ہوئی تھیں اور فاطمہ کی ناراضگی سے حضور ﷺ کو ایذا پہنچتی ہے تو ہم کہیں گے ذرا سنبھل کر بات کیجئے۔ اگر کچھ لوگوں کے ہاں ایذا کا یہی مفہوم ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس الزام سے نہیں بچ سکتے اور وہ یوں کہ ان کی کتب سے ثابت ہے کہ سیدہ فاطمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو جایا کرتی تھیں اور اتنی سخت ناراض ہوتی تھیں کہ شدت غضب میں آپ کو برا بھلا کہہ دیتی تھیں (معاذ اللہ) جیسا کہ حق الیقین (غیروں کی کتاب) کی عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سیدہ کو کوئی ایذا پہنچتی تھی جبھی تو وہ ناراض ہوتی تھیں۔ تو اگر مطلقاً سیدہ کی ناراضگی سے حضور اکرم ﷺ کو ایذا پہنچتی ہے تو یہاں بھی پہنچنی چاہئے اور جب بھی اور جس وقت بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوتی ہوں فوراً حضور ﷺ بھی ناراض ہو جانے چاہئیں۔ پھر اس بنیاد پر جو الزام قائم ہوگا، وہی حضرت علی رضی

اللہ عنہ پر بھی عائد ہو جائے گی۔ ذرا اس امر پر انصاف و دیانت کے ساتھ غور فرمالیں۔

خامساً اگر غیر یہ کہیں کہ حضرت علی و فاطمہ کی شکر رنجی اور ناراضگی اگر ہوتی ہوگی تو وہ عارضی ہوتی تھی جیسے میاں بیوی میں بعض اوقات ہو جایا کرتی ہے تو اس کے ہمارے پاس دو نہایت ہی معقول جواب ہیں۔

اول آپ نے تسلیم کر لیا کہ عارضی ناراضگی حقیقی ایذا پر مشتمل نہیں ہوتی ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حقیقی طور پر ایذا پہنچائے وہ حضور اکرم ﷺ کو ایذا پہنچانے والا ہے اور یہ بات بدیہی ہے کہ حدیث رسول ﷺ پر عمل کرنے سے سیدہ کو حقیقی ایذا نہیں پہنچی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث پر عمل کر کے سیدہ کو حقیقی ایذا نہیں پہنچائی تو نتیجہ یہ نکلا کہ سیدہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حقیقی طور پر ناراض نہیں ہوئیں بلکہ ایسے ہی عارضی طور پر ناراض ہوئیں۔ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہو جایا کرتی تھیں۔

دوم یہ کہ جیسے عارضی طور پر سیدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو جاتی تھیں اور پھر خوش بھی ہو جاتی تھیں تو اسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی سیدہ عارضی طور پر اس وقت ناراض ہو گئی تھیں مگر بعد میں راضی ہو گئیں۔ جیسا کہ ہم نے غیروں کی کتابوں سے ''فدک کی تاریخ'' کے عنوان میں ثابت کیا ہے۔ پس جب قضیہ فدک میں سیدہ کا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی ہو جانا غیروں کی کتب معتبرہ سے ثابت ہے تو ایسی صورت میں آپ کون ہیں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی نہ ہوں اور ان پر زبان طعن دراز کریں۔

سوم یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حدیث فمن اغضبھا کا شان ارشاد یہ ہے کہ ایک دفعہ جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی لڑکی سے شادی کا ارادہ کیا اور نکاح کا پیغام بھی دے دیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ فعل سیدہ پر اس قدر شاق گزرا کہ آپ روتی ہوئی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس موقع پر حضور علیہ السلام نے جو خطبہ دیا اس کے الفاظ

یہ ہیں:

الا ان فاطمة بضعة منی یوذینی ماذاها ویربینی ما ارابها فمن اغضبها اغضبنی

ترجمہ: خبردار! فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، جو چیز اسے ایذا دیتی ہے وہ مجھے ایذا دیتی ہے، پس جس نے اسے غضبناک کیا، اس نے مجھے غضبناک کیا۔

غور کیجئے! یہ ہی اغضاب والی روایت ہے جس کی بناء پر بعض لوگ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ لیکن اسی روایت کو اگر کوئی خارجی لے اڑے تو زمین و آسمان کے قلابے ملا کر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ذیل کے الزامات قائم کر دیئے۔

1......علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے شخص کی لڑکی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین دشمن اور اسلام کا بدترین مخالف تھا۔

2......حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دنیا کی خواتین کی سردار فاطمہ زہرا تھیں۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے ابوجہل کی لڑکی کو پیغام نکاح دے دیا۔

3......حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے سیدہ کو جو صدمہ پہنچا اس کا اندازہ بھی وہی عورت کر سکتی ہے جس کا شوہر دوسری شادی کرنے کی فکر میں ہو۔

4......حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسا صدمہ پہنچا ہو گا۔ اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس کا داماد دوسری شادی کرنے کا ارادہ کرے۔

غور کیجئے! ایک خارجی بھی اس روایت کو لے کر اس طرح کے الزامات حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قائم کر سکتا ہے جیسا کہ کچھ لوگ حدیث اغضاب کو لے کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کرتے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ جس طرح خارجی کے الزامات سے حضرت علی رضی اللہ عنہ بری ہیں پس اسی طرح غیروں کے الزامات سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی بری ہیں۔

اب لیجئے اس روایت کو جو مسلم شریف میں ہے

لم تكلمه حتى توفيت

سیدہ نے وفات پانے تک ابوبکر سے بات نہیں کی۔

کہ حدیث سن لینے کے بعد پھر کبھی سیدہ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فدک کا مطالبہ نہیں کیا چنانچہ فتح الباری میں ایک روایت کے لفظ یوں ہیں۔

فلم تكلمه في ذالك المال

پھر سیدہ نے فدک کے معاملہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو ترک کر دی

ثانیاً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدہ کے محرم نہیں تھے کہ سیدہ ان سے بلا ضرورت شرعیہ بھی ان سے کلام کرتیں۔ سیدہ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پردہ تھا۔ اور بلا ضرورت شرعیہ غیر محرم سے بات کرنا ناجائز ہے۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا عفت وعصمت کا مجسمہ تھیں۔ لہذا ان کا کلام نہ فرمانا ناراضگی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غیر محرم تھے۔ دوسرے فدک کے معاملہ میں مزید گفتگو کی ضرورت ہی نہ تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فدک کی آمدنی سے ان کے مصارف برابر پورے کرتے رہے۔ اس لئے سیدہ کو فدک کے سلسلہ میں دوبارہ گفتگو کی ضرورت ہی نہیں ہوئی۔

## مسلم کی روایت

اب لیجئے مسلم شریف کی روایت کے یہ الفاظ:

فلما توفيت دفنها زوجها علي بن ابي طالب ليلا ولم يؤذن بها ابابكر

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر نہ دی اور رات کو آپ کو دفن کر دیا۔

مسلم کی روایت سے بعض لوگ یہ شبہ پیدا کرتے ہیں کہ چونکہ سیدہ نے وصیت کردی تھی کہ ابوبکر کو میرے جنازہ میں شریک نہ کیا جائے۔اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وفات سیدہ کی اطلاع ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہ دی۔اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ صحاح اہل سنت میں کوئی ایسی روایت ہی نہیں ہے کہ سیدہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسی کوئی وصیت کی تھی تو اس کا کوئی ثبوت ہی نہیں ہے۔رہا یہ سوال کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ کے انتقال کی خبر کیوں نہیں دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ انتقال کی خبر نہ دینا کسی ناراضگی کی وجہ سے نہ تھا اور نہ اس کی وجہ یہ تھی کہ سیدہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شامل نہ کرنے کی وصیت کردی تھی۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت اسماء سیدہ کی تیمارداری کے لئے وہاں خود ہی موجود تھیں اور سیدہ کے نہلانے اور کفن وغیرہ کا کام حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہی کے سپرد تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اطلاع اسی لئے نہیں بھیجی کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اول ہی خبر کردی ہوگی۔

## سوال نمبر 14: غار والی آیت جس کا ترجمہ یہ ہے ”دو جان، جب وہ دونوں تھے غار میں۔جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اپنے ساتھی سے تو غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اتاری اپنی تسکین اس پر“

## اعتراض......حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھے؟

**جواب** ...... بخاری شریف جلد اول ص 515، تفسیر کبیر چوتھی جلد ص 437 میں یہ بیان

کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ غار ثور میں تین دن رہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ تھے (بخاری شریف)

اب ہم غیروں کی کتاب سے ثابت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ غیروں کی معتبر کتاب حیات القلوب دوسری جلد ص 321 پر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی طرف وحی بھیجی کہ اللہ تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوجہل اور قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے تمہارے قتل کا مشورہ کرلیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آج اپنے بستر پر سلا دو اور یہ بھی حکم دیتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غار میں چلے جاؤ۔

☆ فتح اللہ کاشانی نے اپنی تفسیر میں ہجرت کے وقت غار ثور میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خاندان کی خدمات کا تذکرہ بھی کیا ہے جو کہ من وعن درج کیا جاتا ہے تاکہ عامۃ المسلمین کے لئے مفید ثابت ہو۔

"پس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم شب پنجشنبہ در شہر مکہ امیر المومنین علیہ السلام رابر جائے خود بخوا بایند از خانہ ابوبکر برفاقت او بیرون آمدہ بداں غار توجہ نمود شب در آنجا بیتوتہ فرمود

مجاہد گوید کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سہ شبانہ روز در غار بود سواز عروہ روایت اس کے ابوبکر راگو سفندے چند بود نماز شام عامر بن فهیرہ آن گو سفنداں رابر درغار راندے وایشاں از شیر گو سفنداں خوردندے دقتادہ گوید کے عبدالرحمن در خفیہ بامداد دشبانگاہ آمدے و برائے ایشاں طعام آوردی"

جمعرات کی رات کو پیغمبر ﷺ نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو اپنے بستر مبارک پر

سلایا اور خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں ان کے گھر سے غار کی طرف روانہ ہوئے اور رات وہاں پر ہی آرام فرمایا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن غار میں جلوہ افروز رہے اور عروہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی چند بکریاں تھیں۔ عامر بن فہیرہ (جو حضرت ابوبکر کے غلام تھے) شام کے وقت ان بکریوں کو غار کے منہ کے پاس لے آتے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) دونوں ان بکریوں کا دودھ نوش فرماتے۔

قتادہ کہتے ہیں کہ (ابوبکر کے بیٹے) عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) صبح و شام خفیہ طریقہ سے انہیں کھانا پہنچاتے رہے (تفسیر منہج الصادقین جلد 4، ص260، سطر 26-27، مطبوعہ ایران)



## سوال نمبر 15: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس لئے غار میں ساتھ لے جانے کا حکم ملا تا کہ وہ کافروں کی جاسوسی نہ کرسکیں؟

**جواب**: اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن اور کافروں کے جاسوس ہوتے تو راستے میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی کوشش کرتے مگر نہیں ان کا تکلیفوں کو اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ عاشق اکبر تھے۔

## حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غار میں ساتھ لے جانا اللہ تعالیٰ کا حکم تھا

## غیروں کی معتبر تفسیر......

تفسیر حضرت امام حسن عسکری ص 212 پر درج ہے کہ جبریل علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوجہل

اور دیگر مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کے قتل کا پروگرام بنایا ہے اس لئے و امـــــــــــرک ان تستصحب ابابکر آپ کو حکم دیتا ہے کہ ابوبکر کو ساتھ لے کر مکہ سے نکل جاؤ۔

اور اس لئے کہ اگر ابوبکر نے آج کی رات تمہارا ساتھ دیا اور مدد کی اور ثابت قدم رہا تو پھر وہ جنت میں تمہارا رفیق ہوگا۔

پس نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا تو میرے ساتھ جانے کو راضی ہے اور کیا تو پسند کرتا ہے کہ کفار مکہ جس طرح میرے قتل کے درپے ہیں، اسی طرح تیرے بھی قتل کے درپے ہوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اے میرے آقا! میں تمام عمر زندہ رہوں اور ساری زندگی آپ ﷺ کی محبت میں سخت عذاب میں مبتلا رہوں تو پھر بھی مجھے آپ کی محبت منظور ہے۔ میری جان، میرا مال اور میری اولاد آپ ﷺ پر قربان! پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو میرے کان اور آنکھوں کے بمنزلہ ہے اور تجھ کو میرے ساتھ وہی نسبت ہوگی جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہوتی ہے جیسے کہ علی رضی اللہ عنہ ہے۔

غیروں کی تفسیر سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہجرت کے موقع پر ساتھ لے جانا رب کریم کا حکم تھا۔

## سوال نمبر 16: آپ لوگ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ الرسول کہتے ہیں۔ ان کو تو غار ثور میں اپنی جان کا خوف تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو خوف نہیں ہوتا؟

**جواب** ......ارے نادانو! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جان کا خوف نہ تھا بلکہ ان کو تو یہ ڈر تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے تاجدار کائنات ﷺ کو کوئی صدمہ نہ پہنچے

کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی موجودگی میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی صدمہ پہنچے۔

دلیل ...... حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں غمگین ہوئیں قرآن گواہ ہے۔

دلیل ...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال پر یہ فرمایا کہ اے ابراہیم ہم تیرے فراق میں غمگین ہیں۔

دلیل ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام جب فرعون کو تبلیغ کرنے گئے تو اللہ تعالیٰ سے عرض کی۔ اے ہمارے رب عزوجل ہمیں خوف ہے کہ وہ کہیں ہم پر غالب نہ آجائے یا ہم پر کوئی زیادتی نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو انی معکما کہہ کر مطمئن کر دیا تھا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے یار غار کو ان اللہ معنا کہہ کر تسلی دے دی۔ اگر غیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر خوف کا الزام لگاتے ہیں تو پھر خوف کا الزام انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی آئے گا اور انبیاء علیہم السلام پر الزام کفر ہے۔

## سوال نمبر 17: گزشتہ آیت کا جو ترجمہ پیش کیا گیا اس میں جو تسکین کا ذکر ہے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے نہیں ہے؟

**جواب** ...... عقل کا تقاضا یہ ہے کہ تسکین اس کو دی جاتی ہے جس کو غم ہو اور غار ثور میں غم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تھا۔ چنانچہ تسکین بھی انہی پر نازل کی گئی۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو بالکل مطمئن تھے۔

## سوال نمبر 18: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھوں پر اٹھا کر ہجرت کی رات لے گئے مگر فتح مکہ میں کعبہ سے بت توڑتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ اٹھا سکے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیسے اٹھالیا؟

**جواب** ...... یہ تو اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جس کو چاہے نواز دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت و نیابت کو زمین و آسمان اور پہاڑوں پر نازل فرمایا کہ میری خلافت کے بوجھ کو اٹھالو مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

مگر ایک انسان نے اس بوجھ کو اٹھالیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ اٹھا سکے اور ہجرت کی رات اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں اتنی قوت پیدا کر دی کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھالیا۔

## اب غیروں کی کتاب سے......

غیروں کے مولوی ملا باذل ایرانی اپنی کتاب حملہ حیدری میں لکھتا ہے:

''کہ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جسم میں اتنی طاقت پیدا کر دی گئی کہ انہوں نے بار نبوت کو اٹھالیا''

## سوال نمبر 19: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے

## ''صدیق'' لقب پر کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں؟

**جواب** ......کئی احادیث ایسی ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صدیق ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔

## غیروں کی کتابوں سے ثبوت......

غیروں کی کتاب کشف الغمہ کے ص 220 مطبوعہ ایران میں یہ بات موجود ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ تلوار کو چاندی سے مرصع کرنا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا۔ جائز ہے۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو چاندی سے مرصع کیا ہوا تھا۔

سوال کرنے والے نے حیران ہوکر پوچھا کہ کیا آپ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کہتے ہیں؟

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں اور تین بار اپنی جگہ سے اٹھ کر فرمایا: وہ صدیق ہیں، وہ صدیق ہیں، وہ صدیق ہیں اور جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں جھوٹا کرے یعنی اس کے دین و ایمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

فائدہ......اگر تم امام جعفر رضی اللہ عنہ کو صادق یعنی سچا مانتے ہو تو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق ماننا پڑے گا ورنہ امام جعفر صادق کی صداقت پر الزام ہوگا۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس لئے بھی صدیق کہا گیا کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق سب سے پہلے کی۔

القرآن......والذی جآء بالصدق و صدق به (زمر:33)

ترجمہ: کہ جو شخص آیا حق اور سچ کے ساتھ وہ رسول ہیں جس نے تصدیق کی''

جس نے تصدیق کی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

غیروں کی معتبر تفسیر مجمع البیان آٹھویں جلد ص 498 میں علامہ طبرسی نے بھی اس آیت کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہونا لکھا ہے۔

## سوال نمبر 20: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک لقب حدیث کے مطابق عتیق یعنی آزاد ہے۔ یعنی وہ غلام تھے انہیں آزاد کیا گیا؟

**جواب** ...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عتیق کا لقب حضور ﷺ نے دیا۔

الحدیث ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا تم کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیا ہے۔ پھر اسی دن سے وہ عتیق کے نام سے پکارے جانے لگے (ترمذی شریف، جلد اول، ص 208)

دلیل ...... پوری دنیا جانتی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اتنے مالدار تھے کہ انہیں کیا کوئی غلام بنائے گا بلکہ وہ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کرا کے بارگاہ رسالت ﷺ میں لائے تھے۔

غیروں کی معتبر تفسیر مجمع البیان جلد اول ص 501-502 پر علامہ طبرسی لکھتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے والے غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا۔ جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ اور دیگر۔

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غلامی سے آزاد نہیں بلکہ جنتی ہیں، جہنم سے آزاد ہیں۔

# سوال نمبر 21: کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ منافق تھے (معاذ اللہ)؟

**جواب**......منافقین اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

القرآن: یاایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم، وما وھم جھنم، وبئس المصیر

(سورۂ توبہ، آیت 73، پارہ 10)

ترجمہ: اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو کفار و منافقین سے جنگ کرنے، اور ان پر سختی کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

لیکن بڑے تعجب کی بات ہے کہ سرکار اعظم ﷺ نے خلفائے ثلاثہ کو یوں نوازا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں اپنے نکاح میں قبول فرما کر ان کو شرف عطا فرمایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایک نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں عطا فرما کر سرفراز فرمایا۔

## کیا منافقین کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے؟

قرآن مجید میں ہے کہ کفار و منافقین کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

القرآن......ان المنافقین فی الدّرک الاسفل من النار

ترجمہ: منافقین جہنم کے بدترین گڑھے میں ہوں گے۔

اعتراض کرنے والے کے نزدیک خلفائے ثلاثہ منافق ہیں لہذا ان کو جہنم کے بدترین درجے میں ہونا چاہئے مگر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما روضہ رسول ﷺ میں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنت البقیع شریف میں آرام فرما ہیں جو کہ حدیث شریف کے مطابق جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

## روضہ رسول ﷺ جنت کا باغ ہے

الحدیث......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے حجرۂ مقدس اور منبر پاک کا درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے (ترمذی جلد دوم، ص 231)

اب ہم غیروں کی کتاب سے روضہ رسول ﷺ کو جنت کا باغ ثابت کرتے ہیں۔

دلیل......حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرے منبر کے پائے جنت میں ہیں (فروغ کافی، جلد اول، ص 585)

دونوں کتابوں سے یہ ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کا روضہ مبارک جنت کا باغ ہے، تو پھر یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اس میں موجود حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی جنت کے باغ میں ہیں۔ غرض یہ کہ حضرت صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین اگر (معاذ اللہ) منافق ہوتے تو سرکار اعظم ﷺ کے ساتھ گنبد خضریٰ میں آرام فرما نہ ہوتے۔

## سوال نمبر 22: بعض لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر

## اعتراض کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں نہیں تھیں؟

**جواب**......حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

دلیل......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حقیقت ہے کہ آسمانوں پر بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب دونور والا ہے اور حضور ﷺ کی دو صاحبزادیوں کی بدولت حضور ﷺ کے داماد ہیں۔ (ابن عساکر)

## حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں تھیں

غیروں کی مستند کتاب منتہی الآمال میں عباس قمی نے فصل ہشتم ''در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرت است'' کا باب باندھ کر روایت نقل کی ہے کہ:

''در قرب الاسناد از صادق علیہ السلام روایت شدہ است کہ از رائے رسول خدا ﷺ از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ ام کلثوم و رقیہ و زینب و تزویج نمود فاطمہ را بحضرت امیر المومنین و زینب را بابی العاص بن ربیع کہ از بنی امیہ بود وام کلثوم را بعثمان بن عفان وپیش از آنکہ

بخانہ عثمان برود برحمت الٰہی واصل شد و بعد ازاد حضرت رقیہ رابا و تزویج نمود"

ترجمہ: قرب الاسناد میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ رسول خدا ﷺ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے طاہر و قاسم و فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب پیدا ہوئے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت امیر المومنین علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ جو کہ بنوامیہ میں سے تھے، کے ساتھ ہوا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر جانے سے قبل (رخصتی سے قبل) ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شادی کردی (منتہی الآمال جلد اول، ص 79، سطر 22 تا 24 فصل ہشتم مطبوعہ ایران)

غیروں کے مشہور مجتہد ملا باقر مجلسی نے بھی اپنی کتاب حیات القلوب فارسی جلد دوم باب پنجاہ یکم (51) میں یہی لکھا ہے۔

## آسمانوں سے آواز آنا کہ حضرت مولا علی و عثمان رضی اللہ عنہما اور ان کے ماننے والے کامیاب ہیں

غیروں کی کتاب الروضہ میں ہے کہ محمد بن حلبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے سنا" قال ینادی مناد من السماء اول النھار الا ان علیّا و شیعتہ ھم الفائزون قال ینادی مناد اخر النھار الا ان عثمان و شیعتہ ھم الفائزون"

آپ نے فرمایا دن کے شروع ہوتے وقت آسمان سے ندا دینے والا ندا دیتا ہے سن لو! بے

شک علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے پیروکار کامیاب وکامران ہیں۔ پھر دن کے آخر میں ندا دینے والا دیتا ہے کہ بے شک حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) اور ان کے پیروکار کامیاب وکامران ہیں (کتاب الروضہ، ص310، سطر 17 تا 19، مطبوعہ ایران)

## مہاجرین اور انصار کے لئے رسول اللہ ﷺ کی دعا

غیروں کی مشہور کتاب مناقب آل ابی طالب میں رسول پاک ﷺ کا مہاجرین وانصار کے لئے دعا فرمانا درج ہے وہ الفاظ ملاحظہ ہوں

**لاعیش الاعیش الاخرۃ اللھم ارحم الانصار و المھاجرین**

ترجمہ: نہیں بہتر زندگی مگر آخرت کی زندگی۔ اے اللہ! انصار اور مہاجرین پر رحم فرما

(مناقب آل ابی طالب جلد اول ص185، مطبوعہ ایران)

قارئین کرام! حضرت ابوبکر صدیق، سیدنا فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما مہاجرین میں سے تھے جن کے لئے سید عالم ﷺ نے دعا فرمائی۔ لہذا ان حضرات سے دشمنی و عداوت رسول ﷺ سے عداوت ہے۔

## سوال نمبر 23: خون کا بدلہ ہر شخص نہیں مانگ سکتا، صرف مقتول کے ولی کو حق ہے پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص کا مطالبہ کیوں کیا؟

**جواب**...... حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ تھے اور خلیفہ عام رعایا کا ولی ہوتا ہے۔ بادشاہ اسلام کے خون کے قصاص کا مطالبہ ہر مسلمان کرسکتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو نسبی لحاظ سے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ولی تھے۔

کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب ترین رشتہ دار تھے۔اس لئے کہ امیہ بن شمس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ملتے ہیں (از کتاب: امیر معاویہ، ص 72)

## سوال نمبر 24: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (معاذ اللہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض یعنی نفرت رکھتے تھے، اس لئے ان سے جنگ کی؟

**جواب** ......حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں عین جنگ کے زمانے میں حضرت عقیل ابن ابی طالب یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچ گئے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انکا بہت ادب واحترام کیا۔ایک لاکھ روپے نذرانہ پیش کیا اور ایک لاکھ روپے سالانہ ان کا وظیفہ مقرر کیا۔

اس دوران حضرت عقیل فرمایا کرتے تھے کہ دین علی رضی اللہ عنہ کی طرف ہے

(صواعق المحرقہ، کتاب، امیر معاویہ ص 18)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نفرت ہوتی تو وہ ہرگز ان کے بھائی کی خدمت نہ کرتے اور وہ بھی جنگ کے دور میں ہو ہی نہیں سکتا۔

## جنگ صفین اور جنگ جمل کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات

1......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ جنگ صفین اور جنگ جمل میں

میرے لشکر کے مقتول اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے مقتول دونوں جنتی ہیں

(بحوالہ: مجمع الزوائد جلد نہم، ص 258)

2......حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین پر واپسی پر فرمایا، امارات معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی خزانہ سمجھو کیونکہ جس وقت وہ نہ ہوں گے تم سروں کو گردنوں سے اڑتا ہوا دیکھو گے

(بحوالہ: شرح عقیدہ واسطیہ)

3......عروہ بن نعیم فرماتے ہیں ایک اعرابی نبی پاک ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے کہا میرے ساتھ کشتی کر کے مجھے پچھاڑ دو، تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہارے ساتھ کشتی کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہرگز کوئی شخص معاویہ پر کبھی بھی غالب نہیں آئے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین کی جنگ میں کہا اگر مجھے یہ حدیث یاد ہوتی تو میں معاویہ سے جنگ نہ کرتا (اخرجہ ابن عساکر، ازالۃ الخفاء فارسی مقصد دوم، ص 278)

# جنگ صفین اور جنگ جمل کے متعلق

## حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ارشادات

1......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مسئلہ میں ہے اور اگر وہ خون حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لے لیں تو اہل شام میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں گا (بحوالہ: البدایہ والنہایہ، جلد ساتویں، ص 259)

2......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے روم کے بادشاہ کو جوابی خط لکھا تو اس میں یہ لکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے ساتھی ہیں اگر تو ان کی طرف غلط نظر اٹھائے گا تو تیری حکومت کو گاجر مولی کی طرح اکھاڑ دوں گا (بحوالہ: تاج العروس، ص 221)

3......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے نصرانی کتے! اگر حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا لشکر تیرے خلاف روانہ ہوا تو سب سے پہلے مولا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کا سپاہی بن کر تیری آنکھیں پھوڑ دینے والا معاویہ ہوگا (بحوالہ: مکتوب امیر معاویہ از: البدایہ والنہایہ)

4......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک قتل کے مسئلہ پر حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے رجوع کیا (بحوالہ: موطا امام مالک)

5......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صاحب فضل کہا (بحوالہ: البدایہ والنہایہ، آٹھویں جلد، ص 131)

6 حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو سخت افسردہ ہوگئے اور رونے لگے (البدایہ والنہایہ، آٹھویں جلد، ص 130)



## سوال نمبر 25: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہزارہا مسلمانوں کا خون بہایا نہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرتے نہ مسلمانوں کا اتنا خون بہتا؟

**جواب** ......سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ جنگ غلط فہمی کی بناء پر ہوئی اور دونوں طرف کے مسلمان حق پر تھے لہذا دونوں طرف سے مارے جانے والے شہید ہیں۔

''مسلمانوں کے قتل کی تین صورتیں ہیں''

1......اس لئے اسے قتل کرنا کہ یہ مسلمان کیوں ہوگیا یہ کفر ہے

2......مسلمان کو دنیاوی عناد اور ذاتی دشمنی کی وجہ سے قتل کرنا یہ فسق اور گناہ ہے

3......غلط فہمی کی بنیاد پر مسلمانوں میں جنگ ہوجائے اور مسلمان مارے جائیں، یہ غلط فہمی ہے۔

نہ فسق نہ کفر اس تیسری قسم کے لئے یہ آیت ہے

القرآن......وان طائفتن من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما

ترجمہ: اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کر بیٹھیں تو ان میں صلح کرا دو (سورۂ حجرات، آیت 9، پارہ 26)

اس آیت میں جنگ کرنے والی دونوں جماعتوں کو مسلمان قرار دیا گیا (کتاب: امیر معاویہ، ص 64)

حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ بھی اس تیسری قسم میں داخل ہے لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں بکواس کرنا سخت گناہ ہے

عقلی دلیل......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام لگاتے ہو کہ انہوں نے مسلمانوں کو قتل کرایا۔ یہ الزام خود حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی پڑتا ہے، کیونکہ جیسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مسلمان ساتھی شہید ہوئے۔ ویسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں کے ہاتھوں صحابی رسول حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما شہید ہوئے (کتاب امیر معاویہ، ص 64)

مگر ہمیں دونوں ہستیوں کا ادب کرنا چاہئے کیونکہ دونوں ہمارے ایمان میں داخل ہیں۔ ایک داماد رسول ہیں، دوسرے کاتب وحی ہیں۔ جس طرح ہماری تلواریں خاموش رہیں، اسی طرح ہماری زبانیں بھی خاموش رہنی چاہئیں۔

## سوال نمبر 26: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ اہلبیت کے دشمن تھے؟

**جواب**......اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہلبیت کے دشمن ہوتے تو امام حسن رضی

اللہ عنہ ان سے کبھی صلح نہ کرتے۔

حدیث شریف: حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ابوبکرہ (نضیع بن حارث) کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر شریف پر دیکھا اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پہلو میں تھے۔ آپ ﷺ ایک بار لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کبھی ان کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے، میرا یہ بیٹا سردار ہے اور بالیقین اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا (بخاری، کتاب الصلح، حدیث 2516، ص 1072، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

اور ایسا ہی ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح فرما کر ہزارہا مسلمانوں کا خون بچالیا۔ پھر جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تب حضرت معاویہ امیر المومنین برحق ہوئے یہی مذہب اہلسنت ہے (از کتاب: امیر معاویہ، ص 21)

## غیروں کی کتاب سے ثبوت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

قسم ہے اللہ تعالیٰ کی علی شیر کی طرح تھے، جب پکارتے تھے اور جب سامنے آتے تو چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوتے جب کثیر عطا کرتے تو بارش کی طرح نظر آتے۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ تم افضل ہو یا علی (رضی اللہ عنہ)؟ آپ نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے (قدموں کے) نشان بھی آل سفیان سے افضل ہیں (نفائس الفنون لمحمد بن محمود

آملی بحوالہ النہایۃ، ص 33)

## حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یاد میں رونا غیروں کی کتاب سے

غیروں کے مجتہد سید ہاشم بحرانی اپنی کتاب حلیۃ الابرار جلد اول ص 345 پر لکھتا ہے۔ معاویہ نے مولا علی کی شان میں قصیدہ سنا تو ان کی یہ کیفیت ہوگئی کہ آنسو جاری ہو گئے جو ان کی داڑھی پر گرے، وہ ان کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ وہ اپنے آنسوؤں کو آستین سے صاف کر رہے تھے اور قوم کے حاضرین کے گلے بھی رونے کی وجہ سے بند ہو رہے تھے، پھر معاویہ نے کہا اللہ! ابوالحسن مولا علی رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ قسم ہے اللہ کی وہ انہی اوصاف کے مالک تھے۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو ناپسند کرنے سے منع فرمانا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! (حضرت) معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرو، قسم ہے اللہ کی! اگر تم نے ان کی حکومت کو ضائع کر دیا تو تم دیکھو گے کہ کتنے ہی سر کندھوں سے جدا کئے جا رہے ہیں۔ جیسے اندرائن (تمہ) کو اس کی بیل سے جدا کیا جاتا ہے (مصنف ابنِ ابی شیبہ، جلد 8، ص 726)

## حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہا

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ہدیہ پیش کیا تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ دعائیہ کلمات بیان فرمائے۔

وصل الله قرابتک یا امیر المومنین

اے مومنوں کے امیر! اللہ تعالیٰ آپ کی قرابت کو ملائے (یعنی صلہ قرابت عطا فرمائے) اور آپ کو اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے (تاریخ دمشق، جلد 8، ص 17)

## حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت نہ توڑنے کا اعلان فرمایا

جب امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑنے کے مشورے دیئے جانے لگے تو آپ نے اس کا خوبصورت جواب دیا۔

بے شک ہم نے بیعت کر لی، اس پر قائم رہنے کا معاہدہ کر لیا، اب اس کے توڑنے کی کوئی راہِ جواز نہیں (اخبار الطّوال، ص 220)

☆ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا۔ میں آپ کو ضرور بر ضرور وہ انعام دوں گا جو انعام میں نے آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیا اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کو دوں گا۔ تو آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو چار لاکھ درہم عطا کئے جو آپ نے قبول فرمالئے (مرقاۃ المفاتیح، مناقب اہل بیت جلد 11، ص 380، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان)

☆ ایک دفعہ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے فوراً انہیں دو لاکھ عطیہ دیا اور اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا کہ آپ نے ہم سے افضل

کسی شخص کو عطیہ نہیں دیا (ابن کثیر، جلد 8، ص 986)

## سوال نمبر 27: بعض لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ اہل بیت کی دشمن تھیں؟

**جواب** ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جنگ جمل میں شکست دی اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں، گرا دیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں گرفتار نہ کیا بلکہ احترام کے ساتھ والدہ محترمہ سا ادب فرماتے ہوئے مدینہ واپس پہنچا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے مال پر قبضہ نہ کیا، نہ ان کے سپاہی پر کوئی سختی فرمائی۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دشمنوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا کہ آپ نے دشمن پر قبضہ پا کر اسے چھوڑ دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بحکم قرآن ہماری ماں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وازواجه امهٰتهم (احزاب:6)

”نبی (ﷺ) کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں“

اور ماں قرآن کے حکم سے بیٹے پر حرام ہے اور لونڈی مولیٰ پر حلال ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: حرمت علیکم امهٰتکم

تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئیں (نساء:23)

اگر تم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ماں نہیں مانتے تو کافر اور اگر ماں مان کر لونڈی بنا کر رکھنا جائز سمجھتے ہو تو بھی کافر (صواعق المحرقہ، کتاب امیر معاویہ، ص 17)

## حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان وعظمت

حدیث شریف: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔تم مجھے تین راتیں خواب میں دکھائی گئی تھی، فرشتہ تمہیں (تمہاری تصویر کو) ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر لاتا رہا، مجھے اس نے بتایا کہ یہ آپ کی زوجہ ہے، میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو تم ہی اس (تصویر) میں تھی۔میں نے کہا کہ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے تو وہ اسے جاری فرمادے (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حدیث شریف: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو فرمایا اے میری بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ عرض کیا کیوں نہیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کو میں پسند کرتی ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس سے (عائشہ سے) محبت رکھو۔(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بے شک جبریل علیہ السلام میری تصویر ایک سبز ریشمی کپڑے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور کہا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہے دنیا اور آخرت میں (ترمذی شریف، مشکوٰۃ باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حدیث شریف: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو تمام عورتوں پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جیسے ثرید کو اور طعاموں پر فضیلت حاصل ہے (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب بدء الخلق، ص 509)

**سوال نمبر 28: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے کندھوں پر یزید کو لے جارہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے**

## فرمایا کہ جہنمی پر جہنمی سوار ہے (معاذ اللہ)......معلوم ہوا کہ یزید بھی دوزخی اور امیر معاویہ بھی دوزخی (نعوذ باللہ)؟

**جواب**......ماشاءاللہ یہ ہے غیروں کی تاریخ پر نظر اور یہ ہے ان کی نادانی کا حال

دلیل......یزید کی پیدائش حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ہوئی، دیکھو کتاب جامع ابن اثیر اور کتاب الناہیہ وغیرہ۔

اعتراض کرنے والوں نے حضور ﷺ کے زمانہ میں یزید کو پیدا کروادیا کیا عالم ارواح سے یزید، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کندھے پر کود کر آ گیا (لاحول ولاقوۃ)

## حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نسب اور آپ رضی اللہ عنہ کا خاندان

جواب......مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”آپ کا نام معاویہ اور کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ والد کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے معاویہ بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف اور والدہ کی طرف سے نسب یوں ہے۔ معاویہ بن ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس بن عبدمناف اور عبدمناف سرکار اعظم ﷺ کے چوتھے دادا ہیں۔ اس لئے کہ سرکار اعظم ﷺ کا سلسلہ نسب یہ ہے ابن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والد کی طرف سے پانچویں پشت میں اور والدہ کی طرف سے بھی پانچویں پشت میں سرکار اعظم ﷺ کے نسب میں آپ کے چوتھے دادا عبدمناف سے مل جاتے ہیں جس سے ظاہر ہوا کہ آپ نسب کے لحاظ سے سرکار اعظم ﷺ کے قریبی اہل قرابت میں سے ہیں اور رشتے میں سرکار اعظم ﷺ کے حقیقی سالے ہیں۔ اس لئے کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا جو سرکار اعظم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں، وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ اسی لئے

عارف باللہ مولانا رومی علیہ الرحمہ نے اپنی مثنوی شریف میں آپ کو تمام مومنوں کا ماموں تحریر فرمایا ہے'' (خطبات محرم، ص239۔240، مطبوعہ زاویہ پبلشرز، لاہور)

شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت ہی خوبصورت گورے رنگ والے اور نہایت ہی وجیہ اور رعب والے تھے، چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ''معاویہ'' عرب کے ''کسریٰ'' ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ بہت ہی عمدہ کاتب تھے، اس لئے دربار نبوت میں وحی لکھنے والوں کی جماعت میں شامل کر لئے گئے۔ اسلام میں بحری لڑائیوں کے موجد آپ ہیں۔ جنگی بیڑوں کی تعمیر کا کارخانہ بھی آپ نے بنوایا خشکی اور سمندری فوجوں کی بہترین تنظیم فرمائی اور جہادوں کی بدولت اسلامی حکومت کی حدود کو وسیع سے وسیع تر کرتے رہے اور اشاعت اسلام کا دائرہ برابر بڑھتا رہا، جا بجا مساجد کی تعمیر اور درس گاہوں کا قیام فرماتے رہے'' (کرامات صحابہ، رضی اللہ عنہم، ص184 اور 185)

حکیم الامت، تاجدار گجرات، مفسر شہیر حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاص صلح حدیبیہ کے دن 7ھ میں اسلام لائے مگر مکہ والوں کے خوف سے اپنا اسلام چھپائے رہے، پھر فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر فرمایا جن لوگوں نے کہا ہے کہ وہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے، وہ ظہور ایمان کے لحاظ سے کہا جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ در پردہ جنگ بدر کے دن ہی ایمان لا چکے تھے۔ مگر احتیاطاً اپنا ایمان چھپائے رہے اور فتح مکہ میں ظاہر فرمایا تو لوگوں نے انہیں بھی فتح مکہ کے مومنوں میں شمار کر دیا حالانکہ آپ قدیم الاسلام تھے۔

# خاندان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''تطہیر الجنان'' میں لکھتے ہیں کہ کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں شریک تھے جو فتح مکہ کے دن سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے اور مجھے عمرہ کی ادائیگی کے بعد مروہ کے پاس سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بال تراشنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے بھائی تھے۔ والدہ کی نسبت سے بھانجے تھے، ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہما کے رشتہ سے نواسے تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، امام حسن رضی اللہ عنہ سے بیس سال اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اکیس سال بڑے تھے۔

کتاب الاصابہ جلد دوم ص 179 اور المنتقی ص 253 پر ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیام گاہ یعنی آپ کے والد حضرت سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا مکان سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مشرکین مکہ کی ایذا رسانی سے پناہ گاہ ثابت ہوتا تھا چنانچہ حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے طبقات ابن سعد کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مشرکین مکہ اذیت وتکلیف پہنچاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر پناہ لیا کرتے تھے، اسی احسان کا بدلہ اور شکریہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر یہ اعلان فرمایا من دخل دار ابی فھو امن یعنی ابتدائے اسلام کی عسرتوں اور پریشانیوں میں جو مکان پناہ گاہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم بنا، آج بھی اس میں جو پناہ حاصل کرے گا، اسے امان دے دی جائے گی (بحوالہ: مسلم شریف)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت سیدنا ابوسفیان مولفۃ القلوب میں سے تھے، انہیں غزوہ حنین میں مال غنیمت دیا گیا، فتح مکہ کے دن ان کے گھر کو سرکار اعظم ﷺ نے دارالامن قرار دیا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور آپ کی زوجہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا فتح مکہ کے بعد ایمان لائے تھے اور سرکار اعظم ﷺ نے ان دونوں کے ایمان کو قبول فرمایا تھا۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت سیدہ ام المومنین ام حبیبہ، رضی اللہ عنہا سرکار اعظم ﷺ کی پیاری زوجہ تھیں، اس نسبت سے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ سرکار اعظم ﷺ کے قریبی رشتہ دار ہوئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سرکار اعظم ﷺ کے محبوب تھے۔

مطلب یہ کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے خاندان کو سرکار اعظم ﷺ نے پسند فرمایا۔ اس لئے آپ کے خاندان سے رشتہ جوڑا۔

ایمان لانے کے بعد تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں، لہذا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور آپ کی زوجہ حضرت ہند رضی اللہ عنہا پاک دامن ہیں، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ صحابی رسول اور حضرت ہند رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں، اب ان کی شان میں ادنیٰ سی بھی گستاخی گمراہی ہے، کیونکہ جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ نے معاف فرمادیا۔ ہماری کیا اوقات کہ ہم ان کی ذات کے متعلق زبان درازی کریں۔

## حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ راوی احادیث تھے

محدثین کی تحقیق کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک سو ساٹھ احادیث نبوی روایت کی گئی ہیں۔

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کسی راوی کو کسی انسان تو انسان اپنے جانور کو بھی دھوکہ دیتے

دیکھ لیتے تو ان سے حدیث نہ لیتے کیونکہ جو شخص اپنے جانور کو دھوکہ دے سکتا ہے، وہ انسان کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے پس امام بخاری اور امام مسلم کا کثیر تعداد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات ان ائمہ حدیث کے نزدیک ثقہ تھے۔

## حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول پاک ﷺ کی نظر میں

1......رسول پاک ﷺ نے فرمایا اے اللہ! معاویہ کو کتاب (قرآن) اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا (مسند الامام احمد بن حنبل، حدیث 17152، جلد 27، ص 383)

2......نبی پاک ﷺ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا۔ اے اللہ! اسے ہدایت کی طرف رہنمائی فرما اور ہلاکت سے بچا، دنیا اور آخرت میں اس کی مغفرت فرمادے (المعجم الاوسط، حدیث 1838، جلد اول، ص 498)

3......رسول پاک ﷺ نے فرمایا اپنے امور میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو گواہ بناؤ، بے شک وہ طاقتور اور امانت دار ہے (البحر الزخار، حدیث 3507، جلد 8، ص 433، مسند الشامین حدیث 1110، جلد 2، ص 161)

4......امام طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام، نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے حق میں وصیت فرمائیے، بے شک وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے امین ہیں اور عمدہ امین ہیں (المعجم الکبیر، حدیث 3902، جلد 3، ص 73)

5......رسول پاک ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے محبت کرتے ہیں (مجمع الزوائد، کتاب المناقب، حدیث 15923، جلد 9، ص 441)

6......امام طبرانی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ بے شک انہوں نے خواب میں دیکھا کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) اہل جنت میں سے ہیں (المعجم الکبیر، حدیث 686، جلد 18، ص 307)

7......طبرانی نے اعمش سے روایت کی ہے کہ اگر تم معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو دیکھتے تو البتہ ضرور کہتے کہ یہ مہدی ہیں (المعجم الکبیر، حدیث 691، جلد 18، ص 308)

8......امام طبرانی نے صحیح رجال کی سند کے ساتھ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول پاک ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتا ہو (مسند الشامین، حدیث 282، جلد اول، ص 168)

9......سرکار اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا معاویہ رضی اللہ عنہ میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو (بحوالہ: لسان المیزان)

10......سرکار اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو خبر دی جائے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں (بحوالہ: طبرانی شریف)

11......سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا اے اللہ تعالیٰ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملکوں کی حکومت عطا فرما (بحوالہ: کنز العمال، جلد اول، ص 19)

فائدہ......اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت سرکار اعظم ﷺ کی دعاؤں سے نصیب ہوئی۔

12......حضرت ادریس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمیر بن سعید کو حمص کی گورنری سے معزول کیا تو ان کی جگہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حمص کا گورنر مقرر کیا گیا۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو

ہمیشہ خیر سے یاد کیا کرو وہ امت کے بڑے ہی بہتر آدمی ہیں۔ وہ فرمانے لگے، میں نے سرکار اعظم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے اللہ تعالیٰ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہادی بنادے، مہدی بنادے (بحوالہ: ترمذی شریف)

فائدہ...... اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہمیشہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خیر سے یاد کرتے اور ان کا نہایت ہی ادب و احترام کرتے، چنانچہ ہمیں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعظیم کرتے ہوئے ان کے متعلق زبان سنبھال کر گفتگو کرنی چاہیے۔

13...... سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا اے اللہ شام میں برکت عطا فرما اور یمن میں برکت عطا فرما (بحوالہ: بخاری شریف، کتاب الفتن)

فائدہ...... ملک شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دارالخلافہ تھا اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے معزز صحابی نہ ہوتے تو انہیں ایسے بابرکت ممالک کی امارت نہ دی جاتی۔

14...... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول پاک ﷺ کے کاتب تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے مشورہ لیا کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو کاتب بنایا جائے یا نہیں؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا اس سے کتابت کروایا کریں وہ امین ہیں (البدایہ النہایہ، جلد 8، ص 127)

15...... ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، نبی پاک ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے پوچھا اے معاویہ! تیرے جسم کا کون سا حصہ میرے قریب ہے؟ عرض کیا میرا پیٹ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! اسے علم اور حلم سے بھر دے (الخصائص الکبریٰ، جلد 2، ص 293)

16......ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے نبی پاک ﷺ سے کہا مجھ سے کشتی لڑیں! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پاس موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا میں تم سے کشتی لڑتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے دعا دی کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کشتی لڑی اور اسے پچھاڑ دیا۔ مولا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے یہ حدیث یاد ہوتی تو میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے کبھی جنگ نہ لڑتا (خصائص الکبریٰ، جلد2، ص199، ازالۃ الخفاء، جلد2، ص278)

17......رسول پاک ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک قمیص پہنائی تھی اور ان کے پاس نبی کریم ﷺ کی وہ قمیص، چادر، ناخن اور بال مبارک بھی موجود تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصال سے پہلے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے حضور ﷺ والی قمیص کا کفن پہنا کر آپ والی چادر میں لپیٹ کر، ناخن اور بال مبارک میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیئے جائیں اور مجھے اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا جائے (الاستیعاب ص687، الاکمال مع المشکوٰۃ ص617، البدایہ والنہایہ، جلد8، ص148)

18......حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اختلاف کے دنوں میں شہنشاہ روم نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی علاقے میں مداخلت شروع کر دی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے روم کے بادشاہ کو خط لکھا کہ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو میں اپنے چچازاد بھائی علی (رضی اللہ عنہ) سے صلح کرلوں گا اور ہم دونوں مل کر تمہیں تمہارے گھر سے بھی نکال دیں گے اور تیرے لئے زمین تنگ کر کے رکھ دیں گے۔ شہنشاہ روم خوف زدہ ہوگیا اور صلح پر مجبور ہوگیا (البدایہ والنہایہ، جلد8، ص126، تاج العروس، جلد7، ص208)

# حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نظر میں

1......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امت میں تفرقہ اور فتنہ برپا دیکھو تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرو (بحوالہ: البدایہ والنہایہ)

2......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرو تو خیر سے کرو (بحوالہ: ترمذی شریف)

3......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یقیناً فقیہ ہیں (بحوالہ: البدایہ والنہایہ)

4......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ملکی حکومت کو زینت دینے والا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی نہیں دیکھا (بحوالہ: تاریخ بخاری)

5......فاتح عراق وایران حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد اس دروازے والے (معاویہ) سے زیادہ حق فیصلہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا (بحوالہ: البدایہ والنہایہ، جلد 7، ص 123)

6......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا حضرات خلفائے راشدین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ سرداری کی صفت میں ان حضرات سے بڑھ کر تھے (استعیاب، جلد دوم، ص 263)

7 حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہت رکھنے والی نماز پڑھانے والا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نہیں دیکھا (بحوالہ: مجمع الزوائد للعلامہ نور الدین)

8......حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر لکھا کرتے تھے (بحوالہ: منبع الفوائد)

9......حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان بارہ خلفاء میں شامل ہیں جن کی بشارت سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی (تطہیر الجنان ص 15)

10 ...... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات جنت کے دروازے پر ہوگی (بحوالہ: لسان المیزان، ص 25 )

11 حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جبرئیل امین علیہ السلام نے سلام بھیجا (بحوالہ: البدایہ والنہایہ)

12......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جبرئیل امین علیہ السلام نے خیر کی وصیت کی (بحوالہ: البدایہ والنہایہ)



## حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی باہمی صلح حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی نظر میں

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ اس امت کے لئے ہر اس چیز سے بہتر تھا جس پر کبھی سورج طلوع ہوا (بحوالہ: بحار الانوار، جلد دہم، ص 1641)

## حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ علمائے اسلام کی نظر میں

1......حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اگر جنگ میں ابتداء کی تو صلح میں بھی ابتداء کی (بحوالہ:

صواعق المحرقہ)

2......حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنا اتنا بڑا جرم ہے جتنا بڑا جرم حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو برا کہنا ہے۔(بحوالہ: صواعق المحرقہ)

3......حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسلامی حکومت کے بہت بڑے سردار ہیں(بحوالہ:صواعق المحرقہ)

4......حضرت امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کردار کو دیکھتے تو بے ساختہ کہہ اٹھتے بے شک یہی مہدی ہیں(بحوالہ:صواعق المحرقہ)

5......حضرت امام اعمش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ دیکھ لیتے تو تم کو معلوم ہوتا کہ حکمرانی اور انصاف کیا چیز ہے۔لوگوں نے پوچھا کیا آپ ان کے حلم کی بات کررہے ہیں،تو آپ نے فرمایا نہیں! خدا کی قسم ان کے عدل کی بات کررہا ہوں۔ (العواصم،ص33اور المنتقی ص233)

6......حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ مسجد میں قیلولہ فرمارہے تھے کہ خواب میں ایک شیر کی زبانی آواز آئی جو منجانب اللہ تعالیٰ تھی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جنتی ہونے کی بشارت دے دی جائے(بحوالہ:طبرانی شریف)

7مشہور محدث حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو کہتے یہ مہدی ہیں(بحوالہ:البدایہ والنہایہ)

8حضرت امام قاضی عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، برادر نسبتی اور کاتب وحی ہیں جو آپ کو برا کہے اس پر لعنت ہے(بحوالہ: البدایہ والنہایہ)

9......امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امام برحق ہیں۔ان کی برائی میں جو روایتیں لکھی گئی ہیں سب کی سب جعلی اور بے بنیاد ہیں (بحوالہ: موضوعات کبیر، ص 129)

10......حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے خود اس شخص کو کوڑے مارے تھے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کیا کرتا تھا (بحوالہ: الصارم المسلول)

11......حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ سرکار اعظم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہدایت یافتہ اور ذریعہ ہدایت فرمایا اس لئے کہ انہوں نے مسلمانوں کا خلیفہ بننا تھا اور نبی امت پر شفیق ہے (ازالۃ الخفاء، جلد اول، ص 573)

12......اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو شخص حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتا ہے ایسے خنزیر شخص کے پیچھے نماز حرام ہے (ملفوظات اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا علیہ الرحمہ)

آپ نے ائمہ مجتہدین اور مفسرین کرام علیہم الرضوان کے اقوال کا مطالعہ کیا جس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تمام حضرات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا احترام کرتے تھے اور احترام کرنے کا مسلمانوں کا بھی سبق دیا کرتے تھے اور زبان درازی سے روکا کرتے تھے۔

## سوال نمبر 29: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف حضور ﷺ نے دعا کی۔ چنانچہ مسلم شریف کی حدیث لاتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار مجھے حضور ﷺ نے حکم دیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلاؤ میں بلانے گیا تو وہ

## کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے آ کر یہ عرض کر دیا پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ معاویہ کو بلاؤ، جب میں گیا تو وہ کھانا کھا رہے تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کھا رہے ہیں تو فرمایا ان کا پیٹ نہ بھرے اور حضور ﷺ کی دعا قبول ہوتی ہے چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف دعا کی، اس کا جواب دیں؟

**جواب** ......اعتراض کرنے والے نے اس حدیث کو سمجھنے میں غلطی کی، کم از کم اتنی ہی بات سمجھ لی ہوتی کہ جو حضور ﷺ گالیاں دینے والوں کو معاف کر دیتے، وہ حضور ﷺ اس موقع پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف کیوں دعا کرینگے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہا بھی نہیں کہ آپ کو رسول پاک ﷺ بلا رہے ہیں۔ صرف دیکھ کر خاموشی سے واپس آ گئے اور حضور ﷺ سے واقعہ عرض کیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نہ کوئی قصور تھا نہ کوئی خطا اور حضور ﷺ ان کے خلاف دعا دیں، یہ ناممکن ہے۔

اب اعتراضات کے جوابات سنتے ہیں کہ عرب میں محاورتاً اس قسم کے الفاظ پیار و محبت کے موقع پر بھی بولے جاتے ہیں۔ ان سے کسی کے خلاف دعا مقصود نہیں ہوتی۔

مثلاً تیرا پیٹ نہ بھرے، تجھے تیری ماں روئے وغیرہ کلمات غضب کے لئے نہیں بلکہ کرم کے لئے ارشاد ہوئے ہیں اور اگر مان بھی لیا جائے کہ سرکار ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف دعا دی تو بھی یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نتیجہ میں رحمت بنی۔ اللہ تعالیٰ

نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اتنا مال دیا کہ انہوں نے سینکڑوں کا پیٹ بھر دیا۔ ایک ایک شخص کو بات بات پر لاکھوں لاکھوں روپیہ انعام دیئے کیونکہ حضور ﷺ نے اپنے رب جل جلالہ سے عہد لیا تھا کہ مولا عزوجل اگر میں کسی مسلمان کو بلاوجہ لعنت یا اس کے خلاف دعا کروں تو اسے رحمت اجر اور پاکی کا ذریعہ بنا دینا۔

الحدیث...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کتاب الدعوات میں حدیث ہے کہ فرمایا حضور ﷺ نے کہ اے اللہ تعالیٰ جس کسی کو برا کہہ دوں تو قیامت میں اس کے لئے اس کے خلاف دعا کو قرب کا ذریعہ بنا (بحوالہ: مسلم شریف)

اب سمجھ میں آ گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگائے گئے سارے الزامات بے بنیاد ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی، عاشق رسول ﷺ اور جید صحابی ہیں۔

## سوال نمبر 30: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح کا معاملہ بیان کریں؟

## **جواب**...... حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح:



"شمس التواریخ" میں علامہ ابن حجر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح ہوئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفے میں داخل ہوئے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور آپ کی خدمت میں تین لاکھ درہم پیش کئے۔ ایک ہزار لباس، تیس غلام آپ کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کوفہ چھوڑ کر مدینہ منورہ آ گئے۔ کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ، بصرہ میں عبداللہ بن

عامر کو حاکم مقرر کر دیا گیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق چلے گئے۔ یہ صلح نامہ ماہ ربیع الاول میں لکھا گیا تھا۔

''فتح الباری شرح صحیح بخاری'' میں اس صلح نامہ کی تفصیلات موجود ہیں۔ صلح نامہ کی تکمیل کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مدینہ شریف تشریف لے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس بات پر صلح کر لی تھی کہ وہ شام کے امیر رہیں گے۔ اب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس بات پر صلح کر لی کہ وہ کوفہ اور بصرہ کے امیر بھی رہیں گے۔ کوفہ کے لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ اب وہ شام میں رہتے ہوئے سارے عراق اور عرب ممالک کے امیر اور حکمران تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت ان کے حوالے کر دی۔ ان سے بیعت بھی کر لی۔ انہیں امیر المومنین بھی تسلیم کر لیا۔ اب لوگ ان پر اعتراض کرتے پھرتے ہیں، طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ یہ کتنی گمراہی اور بے دینی ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی یہ غلطی خواہ اجتہادی تھی، یا آپ کی کمزوری، آپ کا خلافت سپرد کرنا درست تھا۔ اس پر اعتراض کرنا کتنی غلط روش ہے۔

''صاحب شمس التواریخ'' لکھتے ہیں کہ یہ صلح نامہ، تفویض خلافت اور وظائف کا قبول کرنا کسی دباؤ یا ڈر سے نہیں تھا بلکہ نہایت ہی نیک دلی سے تھا۔ حالانکہ اس وقت چالیس ہزار کا بہت بڑا لشکر آپ کے ساتھ کھڑا تھا اور یہ سارے لوگ لڑنے مرنے والے تھے۔ جنگ و قتال کے ماہر تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے جانثار تھے۔ ان سے بیعت کی ہوئی تھی۔ اگر ان سے جبر کیا جاتا تو یہ لوگ کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور بیس سالہ دور خلافت میں آتا ہے۔ آپ کی خلافت صحابہ اربعہ کا تتمہ ہے۔ آپ نے اپنی خوشی اور رضامندی سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبرداری کا اعلان کیا تھا۔

# حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت امارت تھی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ہم امارت اسلامیہ قرار دیتے ہیں اور یہ خلافت راشدہ سے متصل ایک صالح امارت ہے۔ آپ بیس سال تک امیر رہے۔ ہم ان کی خلافت کو سلطنت اسلامیہ کی ابتدائی منزل جانتے ہیں اور یہ امارت حقہ تھی۔ پھر آپ نے اپنے دورامارت میں عدل وانصاف، نظم ونسق، فتوحات اور مہمات کا ایک ایسا سلسلہ شروع کیا جو تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جانے والا ہے۔ آپ نے ملکی انتظامات کو بے مثال طریقہ سے سنبھالا۔ ان کی نگرانی کی۔ آپ نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض پایا تھا۔ مہدی تھے، ہادی تھے، کاتب وحی تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انہیں شام کا امیر مقرر کیا گیا تھا۔ وہ نہایت عدل وانصاف سے کام کرتے رہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ اپنی جگہ پر قائم رہے اور کسی قسم کی بدنظمی اور حکم عدولی نہیں کی۔

# صحابہ کرام کی خلافت اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں فرق

علامہ ابن خلدون اپنی مشہور ''تاریخ ابن خلدون'' میں لکھتے ہیں مناسب تو یہ تھا کہ ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کو اصحاب اربعہ کی خلافت کے ساتھ لکھتے۔ وہ فضیلت اور عدالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ویسے ہی فیض یاب تھے، جس طرح چاروں صحابہ کرام علیہم الرضوان۔ مگر سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ خلافت ثلثون (تیس سالہ دور خلافت) ہے، کا خیال کرتے ہوئے امارت کا باب مرتب کیا ہے۔ حقیقت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار خلفائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوتا ہے۔ مورخین نے آپ کے زمانہ خلافت کو دو وجوہات سے علیحدہ کیا

ہے۔پہلی تو یہ بات ہے کہ آپ کی خلافت عصبیت اور غلبہ سے قائم ہوئی جبکہ سابقہ ادوار میں صحابہ کے اعتماد اور اجماع سے ہوا کرتی تھی۔ان سے پہلے جلیل القدر صحابہ مہاجرین وانصار خلیفہ کا انتخاب کرتے تھے اور یہ متفقہ ہوا کرتا تھا۔کسی کو اختلاف یا اعتراض نہ ہوتا تھا مگر خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ غلبہ اور سیاسی قوت سے سامنے آئی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دوبارہ خلافت بھی اسی طرح سامنے آئی۔مگر وہ خلیفہ نہیں بلکہ امیر اور بادشاہ کی حیثیت سے سامنے آئے۔انہوں نے اپنے طرز عمل سے خلفائے اربعہ کی یادوں کو تازہ کر دیا تھا۔خلفائے بنو عباس میں اکثر ایسے تھے جو متبع شریعت و سنت تھے اور خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چلتے رہے تھے۔ان کی امارت اور بادشاہت خلافت سے کم نہیں تھی۔ان کی شوکت اور قوت خلافت کے خلاف نہیں تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا طرز حکومت بھی عادلانہ تھا۔انہوں نے زر پرستی اور دنیاداری کے لئے اقتدار نہیں سنبھالا تھا بلکہ سلطنت اسلامیہ کی وسعت اور بنیادوں کو مضبوط کرنا تھا۔انہوں نے مسلمانوں کو یکجا کیا اور سلطنت کے معاملات کو درست کیا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی افراتفری کو ختم کیا۔باغی اور سرکشوں کو تابع فرمان خلافت بنایا۔وہ ہر حالت میں سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے تابع رہے۔اگرچہ وہ امیر تھے،ملوک میں سے تھے۔مگر خلافت راشدہ کے تابع رہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کے بعد ایک خاندان کے تسلط کو جاری رکھا گیا۔یہ اسلامی طرز خلافت کے خلاف تھا۔اسلام ایک خاندان کی حکومت قائم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سارے سلسلے ایک خاندان سے وابستہ ہو گئے۔چنانچہ انہیں خلافت راشدہ سے علیحدہ رکھا گیا۔وہ ایک خاندان کی حکومت کے حامی تھے۔جبکہ خلفائے اربعہ مختلف خاندانوں پر مشتمل تھے اور محض رضائے الٰہی کے لئے بار

خلافت اٹھاتے رہے تھے۔

تاریخ کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت راشدہ کے احکام کو ہی نافذ کیا۔ اس میں نہ صرف اپنی مرضی برتی، نہ ظلم و جبر کو رواج دیا۔ ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور امارت کو دور خلافت کا ایک اہم حصہ قرار دیتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کو مربوط کیا۔ محاصل کو ایمانداری سے عوام کے لئے وقف کر دیا۔ وہ بیت المال سے کثیر نذرانہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیتے رہے۔ ہر سال ان کی ضروریات سے بڑھ کر ادا کرتے رہے۔ پھر امام حسن رضی اللہ عنہ کے علاوہ اہل بیت کے دوسرے افراد بھی بیت المال سے کثیر وظائف پاتے رہے۔ آپ کی فرمائش اور سفارش کو بہ طیب خاطر قبول کرتے تھے۔ ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حج کرنے گئے، جناب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی ان دنوں مکہ مکرمہ میں تھے۔ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملے اور اپنے قرضہ کا ذکر کیا اور پریشانی کا ذکر کیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو اسی وقت اسی ہزار درہم ادا کئے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور امارت اسلام کا ایک بہترین دور تھا۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امارت سنبھالی تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ امیر المومنین تھے۔ تمام بنی ہاشم، صحابہ کرام نے بلا اکراہ برضا و رغبت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ مگر جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے معاہدہ کیا تو ان تمام حضرات نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے فیصلے کی تائید کی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اعتماد کا اظہار کیا۔ کعب احبار رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ ہم سارے مسلمان حکمرانوں کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسا صاحب تدبیر و بصیرت کہیں نظر نہیں آتا۔ آپ بیس برس تک امیر رہے۔ سارے ملک میں امن و امان تھا۔

# کوفی امام حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکاتے تھے

غیروں کی معتبر کتاب ''جلاء العیون'' ص 12 پر ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی چشم بصیرت عطا فرمائی تھی۔ کوفی آپ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے اور مشورہ دیتے کہ آپ ان کے خلاف جنگ کریں۔ مگر آپ نے فرمایا کوفہ والو! میں تمہیں جانتا ہوں، تم نے اس شخص سے وفا نہ کی جو مجھ سے کہیں بہتر تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے والد محترم کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا تھا۔ آج میں تمہاری باتوں پر اعتبار کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں (جلاء العیون، ص 312)

کوفیوں نے محسوس کیا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جنگ کی بجائے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا چاہتے ہیں اور منصب خلافت سے بھی دستبردار ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے معاہدہ کرنا چاہتے ہیں تو تمام کے تمام حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ کے گھر کا سارا سامان، مال و متاع لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ آپ جس جائے نماز پر ادا کر رہے تھے، وہ بھی کھینچ لی اور کندھے سے چادر بھی اتار لی۔ آپ کی لونڈیوں کے پاؤں سے خلخال تک اتر والئے۔ ان حالات میں آپ کوفہ کو چھوڑ کر مدائن چلے گئے۔ یہاں بھی ان بے ادب لوگوں کا ٹولہ آ پہنچا اور آپ کے خلاف لوگوں کو اکسانے لگا۔ ایک بدبخت آگے بڑھا اور آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی جس پر آپ سوار تھے۔ دوسرے نے آپ کی ران پر خنجر کا ایک وار کیا جس سے آپ زخمی ہو گئے۔

## مختار ثقفی کون تھا؟

ان حالات میں آپ نے مدائن کے گورنر سعد بن مسعود ثقفی کے گھر پناہ لی۔ یہ سعد مختار ثقفی کا چچا تھا۔ یہ وہی مختار ثقفی ہے جسے غیر اپنا امام مانتے ہیں اور حضرت امیر مختار کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اس شخص پر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس کی کذب بیانیوں اور دعویٰ نبوت کے پیش نظر لعنت بھیجی تھی۔ اسے باقر مجلسی نے جہنمی قرار دیا تھا۔ مگر اسے اتنی رعایت دی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سفارش کر کے اسے بچالیں گے کیونکہ اس نے "السلام علیک اے ذلیل کنندہ مومناں" کہا تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی ہے اور اس پیشن گوئی کی روشنی میں کی ہے جسے میرے نانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بیان فرمائی تھی۔

## غیروں کی معتبر کتاب

"جلاء العیون" کے ص 324 پر کلینی نے بہ سند امام محمد باقر رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا امت رسول میں ایک بہترین زمانہ تھا۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تو بہت سے تعصب پسند اظہار تاسف اور حسرت کرنے لگے اور چاہتے تھے کہ جنگ ہو۔ چنانچہ اس صلح کے دو سال بعد سلیمان بن صرر خزاعی نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ نے معاویہ سے صلح کر لی ہے حالانکہ ہمارے پاس کوفہ کے چالیس ہزار لشکری موجود ہیں اور یہ سارے بڑے جنگجو اور مردان کارزار ہیں۔ وہ سارے آپ کے تابعدار تھے۔ آپ سے تنخواہ لیتے تھے مگر آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کا معاہدہ کر کے زیادتی کی۔ اگر آپ نے معاہدہ کرنا ہی تھا تو اسلامی سلطنت کو دو حصوں میں تقسیم کرتے، ایک کے آپ مختار ہوتے اور دوسرے حصہ پر معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران ہوتے۔ مگر آپ نے ساری سلطنت اسلامیہ ان کے حوالے کر دی جس سے

لوگوں کو اطلاع نہیں ہوسکی۔ آج بھی اگر آپ چاہیں تو حالات کا رخ بدل سکتا ہے اور اس معاہدہ کو توڑ دیں کیونکہ جنگ میں ہر حیلہ روا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا جن حالات پر میری نگاہ ہے، تم نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر راضی ہو جاؤ اور مسلمانوں کی سلامتی کو اپنا مقصد بنالو۔ جنگ و جدل، فتنہ وفساد امت رسول کے لئے اچھا نہیں۔ ان خیالات سے دستبردار ہو جاؤ۔

## امام حسن رضی اللہ عنہ کے تقیہ باز ساتھی

ان حالات میں ہم دیکھتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے لشکر کے بڑے بڑے مضبوط لوگ بھی تقیہ باز تھے۔ آپ ان لوگوں کی فطرت سے واقف تھے اور آپ سرکار اعظم ﷺ کی پیش گوئی پر عمل پیرا ہوئے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو آپس میں خون بہانے کے بجائے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تھی۔ سلیمان (تقیہ باز) کو یہ اختلاف تھا کہ آپ نے معاہدہ میں یہ کیوں نہیں لکھوایا کہ معاویہ کے بعد آپ خلیفہ ہوں گے۔ آپ نے تو دستبرداری کا اعلان کر دیا اور کیا یہ کام مسلمانوں کے لئے بہتر تھا۔

جس کام کو امام حسن رضی اللہ عنہ اچھا کہیں، اب کسی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں بکواس کرے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو دل سے نہ مانے، جس شخص کے حق میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ دستبردار ہوں، اس کی خلافت پر اتفاق کریں، لوگ انہیں گالیاں دیتے ہیں، کیا مسلمان ایسا کرتے ہیں؟

## حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے حسن سلوک

صلح کے معاہدے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بہت اچھا سلوک کیا۔ مدینہ منورہ میں ان کے آرام کا خیال رکھا۔ ہر طرح کی آسائش بہم پہنچائی۔ کوفہ، بصرہ اور عراق کے علاقوں میں جتنا مال تھا، وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ آپ پر جتنا قرض تھا، وہ سب ادا کر دیا۔ ایک لاکھ درہم سالانہ وظیفہ دینا شروع کر دیا۔ ایک سال وظیفہ دینے میں تاخیر ہوئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ کے بجائے پانچ لاکھ درہم ادا کئے۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے سارے اشراف مدینہ کو جمع کیا اور پانچ ہزار سے لے کر پانچ لاکھ درہم تک ان میں تقسیم کر دیتے اور ہر ایک کو حسب مراتب انعام دیا۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا معاملہ آیا تو آپ کو اتنا دیا جتنا سارے شہر کے اشراف کو دیا تھا (یہ تفصیل غیروں کی معتبر کتب طبرسی اور جلاء العیون میں موجود ہے) ایک بار حضرت حسن رضی اللہ عنہ دمشق تشریف لے گئے، اتفاق سے فتوحات سے بہت سامان آیا۔ آپ نے سارا مال حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

## امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وظیفہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سخاوتیں

غیروں کی مشہور کتاب ''جلاء العیون'' میں ملا باقر مجلسی نے علیحدہ علیحدہ مقامات پر امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی سخاوت اور دریا دلی کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کی فیاضی کے واقعات لکھے

ہیں۔ان تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں شہزادگان لوگوں کو انعام واکرام سے نوازتے تھے۔ ایک ایک سائل کو لاکھوں درہم ہزاروں دینار اور مال مویشی عطا فرما دیا کرتے تھے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں حضرات کے پاس تو نہ مال تھا، نہ مال غنیمت، یہ دولت ان کے پاس کہاں سے آئی تھی۔اس کا جواب یہی ہے،اس سخی اور بااقتدار شخص کی فیاضیوں اور خدمات کا ثمرہ تھا جسے آج دشمن صحابہ ان دونوں شہزادوں کا دشمن تصور کرتے ہیں۔اس شخص کا نام معاویہ رضی اللہ عنہ ہے جس نے ان دونوں مبارک ہستیوں کو مالا مال کر دیا تھا۔یہ ہیں وہ معاویہ رضی اللہ عنہ جنہیں آج منافق لوگ گالیاں دیتے ہیں۔

ایک ایسا وقت آیا کہ حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما مقروض ہوگئے۔امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا فکر نہ کرو،حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جونہی پیسہ آئے گا سب سے پہلے ہمیں بھیجیں گے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔یہ اتنا مال تھا کہ تینوں نے اپنا قرض ادا کیا اور خود بھی سکون سے رہنے لگے۔اس وظیفہ سے سارے اہل بیت کی کفالت ہونے لگی۔

## مدینہ کے گورنر کا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے نام خط

غیروں کی مشہور کتاب ''جلاء العیون'' کے ص 329 میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔اس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو رپورٹ کی کہ مجھے عمرو بن عثمان نے بتایا ہے کہ عراق اور حجاز کے اکثر گروہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے ہیں اور انہیں خلافت پر قبضہ کرنے کے لئے اکساتے رہتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ فتنہ طوفان بن کر آپ کی حکومت کو تہہ و بالا نہ کر دے۔آپ مجھے حکم فرمائیں کہ مجھے ایسے حالات میں کیا کرنا چاہیئے؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو لکھا کہ میں نے تمہاری رپورٹ پڑھ لی ہے۔

میں اس کے مندرجات سے واقف ہوا ہوں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت قابل احترام ہے۔ تم ان کے معاملات میں دخل نہ دینا اور ان کے پاس آنے جانے والوں پر بھی پابندی نہ لگانا۔ جب تک عراق اور حجاز کے لوگ میری بیعت سے بغاوت نہیں کرتے، اس وقت تک ان سے تعارض نہ کیا جائے۔

## حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کا خواب

امام غزالی علیہ الرحمہ ''کیمیائے سعادت'' میں احوال مرد ماں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اس محفل میں حاضر ہی ہوا تھا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں آئے اور ایک مکان میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے اور فرمایا واللہ! میرا حق ثابت ہو گیا پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور فرمایا رب کعبہ کی قسم! مجھے معاف کر دیا گیا۔

## حضرت ابوسفیان اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما پر رسول پاک ﷺ کی شفقت

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مسلمان فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے اور نہ ہی انہیں بٹھا رہے تھے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ سے تین چیزیں مانگتا ہوں، آپ مجھے عطا فرما دیں! فرمایا کیا مانگتے ہو؟ عرض کیا میرے پاس عرب کی سب سے حسین و جمیل بیٹی ام حبیبہ موجود ہے۔ میں اسے آپ کے نکاح میں دیتا ہوں۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ عرض کیا آپ ﷺ

معاویہ کو اپنا کاتب بنالیں، فرمایا ٹھیک ہے۔ عرض کیا آپ مجھے امارت سونپ دیں تاکہ جس طرح مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتا رہا ہوں، اب مشرکین کے خلاف جنگ کر کے بدلہ موڑ سکوں فرمایا ٹھیک ہے (مسلم شریف، جلد 2، ص 304، صحیح ابن حبان، ص 1932)

امام نووی علیہ الرحمہ شرح مسلم جلد 2، ص 304 پر فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے پہلے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو چکا تھا۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اپنے مسلمان ہونے کے بعد اسی نکاح کی تجدید اور اس پر اپنے قلبی اطمینان کی بات کر رہے تھے۔

## سوال نمبر 31: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کائنات کو یزید پلید جیسا بیٹا دیا جس نے خاندان رسالت پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے؟

**جواب** ...... یہ اعتراض باطل ہے۔ بالغ اولاد اپنے قول و فعل کی خود ذمہ دار ہوتی ہے۔ بالغ بیٹے یا بیٹیوں کے کسی قول و فعل کا ذمہ داران کے والدین کو نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ اگر یہ قانون تسلیم کر لیا جائے تو اس کی زد میں انبیاء کرام اور اہلبیت بھی آئیں گے۔

القرآن: قال انی جاعلک للناس اماماً قال و من ذریتی قال لاینال عهدی الظٰلمین o (سورۂ بقرۃ پارہ 1، آیت 124)

ترجمہ: فرمایا میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں (ابراہیم نے) عرض کی: اور میری اولاد سے (رب نے) فرمایا...... میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جب رب تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہیں امام بنانے والا ہوں، یعنی تمہیں اعلان نبوت کی اجازت دینے والوں ہوں۔ تو آپ نے عرض کی، کہ اے اللہ! میری اولاد کو بھی امام بنانا تو رب تعالیٰ نے فرمایا:

القرآن: وبٰرکنا علیه وعلیٰ اسحٰق، ومن ذریتهما محسن و ظالم لنفسه مبین ٥

ترجمہ: اور برکت اتاری ہم نے ابراہیم پر اور اسحاق پر اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا، اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا (سورۂ صافات، آیات 113، پارہ 23)

اس آیت میں محسن سے مراد مومن اور ظالم سے مراد کافر (تفسیر مدارک، امام نسفی بحوالہ جلالین)

واضح ہوا کہ حضرت ابراہیم اور اسحٰق علیہم السلام کی اولاد میں کوئی مومن ہیں، کوئی کافر ہیں۔ اگر فاسق اولاد سے باپ (معاذ اللہ) برا ہوتا ہے تو کیا کافر اولاد کی وجہ سے حضرت ابراہیم و اسحٰق علیہم السلام کو برا کہہ کر کوئی اپنے ایمان کا جنازہ نکالے گا؟

حضرت آدم علیہ السلام کا صلبی بیٹا قابیل ہے جس کے متعلق مفسرین کرام نے لکھا وہ شقی قاتل تھا۔ کیا اس کی بدبختی کی زد حضرت آدم علیہ السلام پر آئے گی؟ (معاذ اللہ) سادات کرام میں جہاں متقی پارسا لوگ ہیں، وہاں ان میں عملی حوالے سے کمزور افراد بھی ہیں۔ کیا فاسق و فاجر سادات کی وجہ سے حضرت امام حسن و حسین علیہم الرضوان کی شان میں کوئی اعتراض ہو سکے گا؟ نہیں! اولاد فاسق ہو تو آباء کی شان میں کوئی فرق لازم نہیں آئے گا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ یزید پلید کے فسق و فجور سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا اور نہ ہی آپ کی صحابیت میں کوئی فرق آ سکتا ہے۔ آپ صحابی رسول ہیں، آپ کاتب وحی ہیں، مسلمانوں کے امام ہیں۔

# سوال 32: کیا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر دیا؟

**جواب**: بعض حضرات نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا اور بعض نے کہا کہ یزید نے آپ کی بیوی جعدہ کے ذریعے زہر دلوایا۔ یہ دونوں قول باطل ہیں۔ آیئے معتبر محققین کی تحقیق کو دیکھئے۔

اور میرے نزدیک یہ بھی صحیح نہیں (کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو یزید نے زہر دلایا اور ان کے باپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف زہر دلانے کی نسبت کرنا بطریق اولیٰ صحیح نہیں (البدایہ والنہایہ جلد 8، ص 43، مطبوعہ والحدیث قاہرہ)

## سب سے معتبر قول حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا اپنا ہے

کہا جاتا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا زہر سے وصال ہوا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل نے ان کو عمیر بن اسحاق نے خبر دی کہ میں اور ایک میرے دوست حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس داخل ہوئے، تو آپ نے فرمایا کہ میرے جگر کے ٹکڑے نکل رہے ہیں۔ بے شک مجھے کئی بار زہر پلایا گیا لیکن اس مرتبہ کی طرح پہلے کبھی زہر نہیں پلایا گیا۔ اتنے میں آپ کے پاس (آپ کے بھائی) امام حسین رضی اللہ عنہ آ گئے، تو انہوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کو کس نے زہر دیا؟ تو آپ نے انہیں کوئی خبر نہ دی (الاصابہ فی تمییز الصحابۃ، علامہ ابن حجر عسقلانی، جلد 2، ص 64)

جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے زہر دینے والے کو نامزد نہیں کیا اور نہ ہی کسی سے انتقام لیا اور پھر دوسرے کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی پر تہمت لگائے۔

## حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امام حسن رضی اللہ عنہ کے وصال پر تعزیت

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر کا خط آیا تو اتفاقاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ان کے پاس موجود تھے، تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت اچھے طریقے سے تعزیت کی (یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو صبر دلایا صبر کی دعا کی اسی کا نام تعزیت ہے) (البدایۃ والنہایۃ، جلد 8، ص 304، مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو تعزیت کرتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں مصیبتوں سے بچائے اور تمہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں غم میں نہ ڈالے۔ تو ان کے اس ارشاد کے جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے غم میں نہیں ڈالے گا اور نہ ہی پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا کرے گا جب تک اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کو باقی رکھا ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ، جلد 8، ص 138، مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ)

## سوال نمبر 33: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے قبل اسلام کے سخت دشمن تھے۔ ان کی زوجہ حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

# پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبایا پھر بھی آپ ان کی شان بیان کرتے ہو؟

**جواب**: حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں باپ بیٹے صحابی ہیں اور ان کا خاتمہ صحابیت پر ہوا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ سیدہ ہند رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں اور ان کا خاتمہ بھی صحابیت پر ہوا۔ اسلام قبول کرنے سے قبل کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان، رسول پاک ﷺ اور اسلام کے دشمن تھے مگر اسلام قبول کرنے سے جب شرک وکفر مٹ جاتا ہے تو پھر دوسرے جرم کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

حدیث شریف: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا۔ آپ اپنا دایاں ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ ﷺ سے بیعت کروں۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھایا، تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کرلیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرو! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا میں نے ارادہ کیا کہ شرط منوالوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری شرط کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کہ میری مغفرت ہوجائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں (اسلام لانے کے بعد) اسلام پہلے تمام گناہوں کو مٹادیتا ہے، بے شک ہجرت اور حج پہلے گناہوں کو مٹادیتے ہیں (مسلم شریف، مشکوٰۃ کتاب الایمان، ص 14)

معلوم ہوا کہ اسلام لانے کے بعد ہر جرم ہر گناہ حتیٰ کہ کفر وشرک بھی معاف کردیا جاتا ہے لہذا اب بھی اگر کوئی حضرت ابوسفیان، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما اور حضرت ہند رضی اللہ عنہا کو تنقید کا نشانہ بنائے تو پھر اس کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔

# امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں

ایک آدمی نے حضرت معافی بن عمران بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے سامنے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ بری بات کی تو وہ غصہ میں آ گئے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو کسی پر قیاس نہ کیا جائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، رسول اللہ ﷺ کے رشتہ دار ہیں، کاتب رسول ہیں اور وحی کے امین ہیں۔

## سوال نمبر 34: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی چار نہیں بلکہ ایک صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں حالانکہ ہم اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں؟

**جواب**......ہم اہلسنت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں ہیں۔

1۔ حضرت زینب، 2۔ حضرت ام کلثوم، 3۔ حضرت رقیہ، 4۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن

اب قرآن مجید سے ثابت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ایک نہیں متعدد صاحبزادیاں ہیں۔

القرآن......وبنٰتک ونسآء المومنین (احزاب 59)

ترجمہ: اور صاحبزادیوں اور عورتوں سے فرمادو۔

بنٰتک دو سے زائد افراد یعنی جمع کے لئے آتا ہے

## ثبوت غیروں کی کتاب سے:

غیروں کی معتبر کتاب اصول کافی جلد اول ص 439 میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا اور بعثت سے پہلے جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، حضرت زینب وام کلثوم ورقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن پیدا ہوئیں اور بعد از بعثت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔

## سوال نمبر 35: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں حالانکہ ہم اہلسنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ ازواج مطہرات تھیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں؟

**جواب**......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ ازواج مطہرات ہیں، اسی پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

القرآن......قل لازواجک (الاحزاب 28)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے اپنی بیبیوں کو۔

اس آیت مبارکہ میں زوجک کی جمع ازواجک فرمایا گیا جو دو سے زائد کے لئے بیان ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری ازواج اہلبیت ہیں۔ ان میں سے کسی سے بھی بغض یعنی نفرت رکھنا سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت رکھنا ہے۔

# سوال نمبر 36: کیا حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں نہیں تھیں؟

**جواب** ......حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

دلیل......ابن عساکر ص 105 پر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی سے پوچھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حقیقت ہے کہ آسمانوں پر بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب دونور والا ہے اور وہ حضور ﷺ کی دو صاحبزادیوں کی بدولت آپ ﷺ کے داماد ہیں۔



## غیروں کی کتب سے ثبوت

غیروں کی معتبر کتاب "حیات القلوب" جلد دوسری ص 588 مطبوعہ ایران میں غیروں کے عالم مصنف ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے حضور ﷺ کے لئے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا گیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص سے کر دیا گیا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور ابھی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر نہ گئی تھیں کہ وہ فوت ہو گئیں۔ اس کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

معلوم ہوا کہ سرکار اعظم ﷺ نے اپنی دونوں صاحبزادیاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دی تھیں اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین یعنی دونور والے کہلائے، یہ وہ فضیلت ہے، جو آج تک کسی کو حاصل نہیں۔

## سوال 37: کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا؟

**جواب**......جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے ہوا تھا۔

دلیل......غیروں کی معتبر کتاب تہذیب الاحکام جلد دوم ص 238 مطبوعہ عراق مصنف شیخ ابوجعفر محمد بن علی طوسی۔ یہ کتاب بعض کے نزدیک مسلم شریف کے پائے کی ہے۔ کتاب الطلاق کے باب ''عدۃ النساء فیما'' رواہ محمد بن یعقوب۔ عبداللہ بن سنان اور معاویہ بن عمار راوی ہیں کہ امام جعفر سے سوال کیا گیا جس عورت کا خاوند فوت ہوجائے وہ عدت کہاں گزارے فرمایا جہاں چاہے۔ ''ان علیّا لما توفی عمر اتٰی ام کلثوم فانطلق بها الیٰ بیته'' کہ تحقیق جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آئے۔

## سوال نمبر 38: یہ ام کلثوم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نہیں تھیں؟

**جواب**......اگر یہ حضرت ام کلثوم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تعلقات آپس

میں اچھے اور دوستانہ تھے جس کی بناء پر ان کی لڑکی کی پرورش حضرت علی رضی اللہ عنہ کر رہے ہیں (جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد غیروں کی معتبر کتاب میں جیسا موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی کو اپنے گھر لے آئے) اگر ایسا نہیں تو پھر اعتراض کرنے والے بتائیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کیسے آ گئی۔

## سوال نمبر 39: یہ حضرت ام کلثوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی نہیں تھیں بلکہ کوئی اور ام کلثوم ہے فروغ کافی میں ام کلثوم بنت علی نہیں ہے؟

جواب...... غیروں کی معتبر کتاب ''مراۃ العقول شرح فروع واصول'' کے ص 448 کے باب ''فی قصہ تزویج ام کلثوم بنت امیر المومنین'' مطبوعہ عراق میں ہے کہ ''ان امیر المومنین زوج فلانا ابنتہ ام کلثوم'' یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فلاں یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح کر دیا۔

## سوال نمبر 40: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نجران کی ایک جنّی کو حکم دیا کہ تو ام کلثوم کی صورت اختیار کر لے اس کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا گیا؟

**جواب**...... یہ بات صریح حماقت پر مبنی ہے۔

# غیروں کی معتبر کتاب سے جواب

جلاء العیون، مطبوعہ ایران ص 82 ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا تو وہ ناراض ہو کر گھر سے نکلیں۔ چوں شب شد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ را بردوش راست و حسین رضی اللہ عنہ رابردوش چپ گرفت دوست ام کلثوم رابدست راست خود گرفت۔

کہ جب رات ہوئی تو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے حسن رضی اللہ عنہ کو اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کندھوں پر اٹھایا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے باپ کے پاس آ گئیں۔

آگے یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بیٹی اٹھو۔ جب آپ اٹھیں رسول خدا امام حسن رضی اللہ عنہ را برداشت فاطمہ رضی اللہ عنہا امام حسین رضی اللہ عنہ را برداشت و دست ام کلثوم را گرفت از خانہ بسوئے مسجد آمدند۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے مسجد میں آ گئے۔

جلاء العیون مطبوعہ ایران کے صفحہ 76 پر ہے کہ جب خاتون جنت کا وصال پاک ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے اور حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ ان کے سامنے بیٹھے رو رہے تھے اور ان کے رونے سے متاثر ہو کر لوگ رو رہے تھے، ام کلثوم نبز دقبر حضرت رسول آمد۔ کہ ام کلثوم نبی کریم ﷺ کی قبر شریف پر آ کر گریہ زاری کرنے لگی۔

چنانچہ تمام دلائل و براہین سے بات ثابت ہوئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ داماد علی رضی اللہ عنہ تھے۔ اگر ان کی آپس میں نفرت ہوتی تو کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں نہ دیتے۔

## سوال نمبر 41: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت شیر بانو سے ہوا کیا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کروایا تھا؟

**جواب** ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قید ہو کر آنے والی سیدہ شہر بانو رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کروایا۔

## غیروں کی معتبر کتاب سے دلیل

غیروں کی معتبر کتاب الصافی شرح اصول کافی مراۃ العقول شرح فروع اور اس کے علاوہ تمام معتبر کتب میں موجود ہے اور اس واقعہ سے کسی کو بھی انکار نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت شیر بانو رضی اللہ عنہا قید ہو کر آئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ شہزادی ہیں اور ان کا نکاح شہزادے ہی سے ہونا چاہئے، چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے حضرت شیر بانو رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا گیا۔

معلوم ہوا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو کوئی غلط مانتا ہو تو پھر حضرت شیر بانو رضی اللہ عنہا کو بھی غلط ماننا پڑے گا۔ کیونکہ وہ دور خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں ایران کی فتح کے بعد قید ہو کر آئیں اور اگر حضرت شیر بانو رضی اللہ عنہا غلط ہوئیں تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان و عظمت پر حرف آئے گا لہذا ماننا پڑے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت حق پر تھی۔

## سوال نمبر 42: کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان میدان جنگ خصوصاً میدان احد سے بھاگ گئے تھے؟

**جواب** ...... صحابہ کرام علیہم الرضوان پر یہ الزام لگانے والے بے وقوف ہیں۔ اگر صحابہ

کرام علیہم الرضوان کو بھاگنا ہی تھا تو جنگ کے میدان میں اپنی جانیں نچھاور کرنے کیوں آتے۔
اصل میں بات یہ ہے کہ جنگ احد میں کفار مکہ نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ نعوذ باللہ محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے ہیں!

ایسی خبر کے بعد بھلا مسلمانوں کا جم کر لڑنا کیسے ممکن تھا جبکہ ان کو یہ خبر مل چکی تھی کہ ان کے آقا سید المرسلین ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اس افراتفری اور خوف و ہراس کے عالم میں مجاہدین ادھر ادھر بھاگنے لگے تا کہ یہ معلوم کر سکیں کہ کیا ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ واقعی شہید کر دیئے گئے ہیں۔ ان کی اس بھاگ دوڑ کو میدان جنگ سے فرار سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یا پھر جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوگئی تو کچھ لوگوں نے مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے اپنے مقام کو چھوڑ دیا جس کو بھاگنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

## سوال نمبر 43: جب میدان احد میں سرکار اعظم ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو منع فرمایا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے، گھاٹی نہیں چھوڑنا لیکن وہ پھر بھی گھاٹی چھوڑ کر مال غنیمت کے پیچھے گئے لہذا انہوں نے سرکار اعظم ﷺ کا حکم نہ مانا؟

**جواب**...... صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بڑھ کر کائنات میں سرکار اعظم ﷺ کا مطیع اور فرمانبردار کوئی نہیں ہوسکتا۔ میدان احد میں تیر انداز صحابہ کرام علیہم الرضوان نے گھاٹی اس لئے چھوڑ دی کہ وہ سمجھے کہ ہم فتح پا چکے ہیں جو کہ ان سے بھول ہوگئی جس کے باعث مسلمانوں کو بھاری نقصان ہوا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین احد کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔

**القرآن...... واذ غدوت من اهلک تبوئی المومنین مقاعد للقتال واللہ سمیع علیم اذھمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما، وعلیٰ اللہ فلیتوکل المومنین**

ترجمہ...... اے میرے محبوب ایک وقت وہ بھی تھا، جب تم اپنے بال بچوں سمیت صبح ہی نکل کھڑے ہوئے اور ایمان والوں کولڑائی کے مورچے پر بٹھا رہے تھے اور خدا سب کچھ سنتا جانتا ہے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب تم میں سے دو گروہوں نے پسپا ہونے کا ارادہ کیا لیکن وہ پھر سنبھل گئے کیونکہ خدا تعالیٰ ان کا سرپرست تھا اور مومنین کو خدا پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیے (سورۃ آل عمران، پارہ 4، آیت 121)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مجاہدین احد پکے مسلمان ومومن تھے، لشکر اسلام کے جانباز سپاہی تھے اور ان کا مددگار وسرپرست خود رحمٰن تھا۔



## مجاہدین کی بھول پر معافی کا اعلان

**القرآن...... ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعٰن انما استزلھم الشیطن ببعض ماکسبوا ج ولقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم**

ترجمہ...... کہ جو لوگ تم میں بٹ گئے جس دن ٹھہریں دو فوجیں سوان کو ڈگمگایا شیطان نے کچھ ان کے اعمال کی شامت سے اور ان کو اللہ نے معاف کر دیا ہے اور بخش دیا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے (سورۃ آل عمران، آیت 155، پارہ 4)

قرآن مجید کی اس آیت میں کھلے الفاظ میں معافی کا اعلان ہے تو پھر کسی انسان کو کیا حق

ہے وہ اس معاملہ میں قیامت تک صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں بکواس کرتا پھرے۔

## جبکہ دوسری جانب غیروں کی مستند تفسیر سے غزوہ احد میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی کا ثبوت

سید عالم ﷺ نے غزوۂ احد میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی کی تعریف خود اپنی زبان سے فرمائی جو کہ غیروں کے مفسر طبرسی نے اپنی تفسیر مجمع البیان میں ''ولقد عفا اللہ عنهم ان الله غفور حليم'' اور بے شک اللہ نے انہیں معاف فرمادیا۔ بے شک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے (سورۂ آل عمران، آیت 155، پارہ 4) کے تحت ان الفاظ میں درج کی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

اعاد تعالیٰ ذكر العفو تاكيد الطمع المذنبين فى العفو ومنها لهم عن اليأمس وتحسينا يظنون المومنين (ان الله غفور حليم) قدمر معناه وذكر ابو القاسم البلخى انه لم يبق مع النبى يوم احد الاثلاثة عشر نفا خمسة من المهاجرين ثمانية من الانصار فاما المهاجرون فعلى وابوبكر و طلحة و عبدالرحمن بن عوف و سعد ابن ابى وقاص

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے معافی کا ذکر دوبارہ اس لئے فرمایا ہے تاکہ گنہ گاروں کو اپنی معافی کی خواہش پر پختگی ہوجائے اور ان کی ناامیدی اور مایوسی ختم ہوجائے۔ مومنوں کے حسن ظن کو تقویت پہنچے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا حلم والا ہے۔ اس معنی بیان کیا جاچکا ہے۔ ابوالقاسم بلخی نے ذکر کیا ہے کہ احد کے دن نبی پاک ﷺ کے ساتھ صرف تیرہ اشخاص باقی رہ گئے۔ پانچ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے۔ پس مہاجرین میں سے حضرت علی، حضرت ابوبکر، حضرت طلحہ، حضرت

عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

(تفسیر مجمع البیان، جلد اول، ص 524، سطر 8 تا 11، مطبوعہ بیروت)

نوٹ: غیروں کی دونوں کتابوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ غیروں کی کس کتاب کو صحیح مانیں؟ ایک کتاب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غزوۂ احد میں بھاگنے والا لکھا اور دوسری کتاب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ احد میں ثابت قدم رہنے والوں میں لکھا۔

## سوال نمبر 44: کیا جنگ بدر میں صحابہ کرام علیہم الرضوان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ بہادری کا مظاہرہ کرنے والے تھے؟

**جواب** ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ حقیقت میں شیر خدا ہیں مگر میدان بدر میں سب سے زیادہ بہادر اور سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حفاظت کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے قریب تھے۔

دلیل ...... تاریخ الخلفاء کے ص 29 پر امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت بڑے بہادر تھے۔ اس لئے کہ جنگ بدر میں ہم نے سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک اونچی جگہ بنادی تھی اور پھر ہم نے مشورہ کیا کہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے ان کے ساتھ کون رہے تاکہ مشرکین مکہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ نہ کرسکیں تو فیصلہ ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھا جائے اور

پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہم میں سے کوئی بھی سرکار اعظم ﷺ کے قریب نہ تھا۔

## غیروں کے مشہور مورخ ملا باذل ایرانی کے اشعار

باذل ایرانی لکھتا ہے کہ:

ابوبکر نزد نبی داشت جائے
بگفت ای بحق خلق راہنمائے

کہ جنگ بدر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سرکار اعظم ﷺ کے بہت قریب تھے۔

## سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی جانثاری کا ثبوت غیروں کی کتب سے

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی اور رسول پاک ﷺ پر مال و جان قربان کر دینے کا جذبہ رکھنے کی تصدیق غیروں کی مشہور کتاب حملہ حیدری کے ان اشعار میں بھی ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| بپاسخ ابوبکر از جا نجو است | | دزاں پس عمر قد خود کہ دراست |
| بگفتند یا سید المرسلین | | قدم پیش بگذار ومارا ببیں |
| کہ با دشمن دیں چہا میکنم | | چاں در رحت فدا میکنم |
| دزاں پس زجا خواست مقداد نیز | | بگفت اے حبیب خدائے عزیز |
| بودتا بتن جان ودرکف عناں | | بیاریم شمشیر بر دشمناں |
| ازاں گشتہ خوش دل رسولِ خدا | | بفرمود درحق ایشاں دعا |

ترجمہ: جلدی سے حضرت ابوبکر عرض کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو معاً ان کے بعد

حضرت عمر بھی کھڑے ہوگئے اور عرض کرنے لگے۔ اے رسولوں کے سردار! آپ ﷺ میدان جنگ میں تشریف لے چلیں پھر دیکھیں ہم کیا کچھ کرتے ہیں۔ دشمن سے مقابلہ کرتے ہوئے آپ ﷺ پر ہم کس طرح جان قربان کرتے ہیں۔ بعدازاں حضرت مقداد اٹھے اور عرض کرنے لگے۔ اے خدا کے حبیب! جب تک میرے ہاتھ میں طاقت اور جسم میں جان ہے، دشمنوں پر تلوار چلاتا رہوں گا۔ یہ سن کر رسول خدا ﷺ خوش ہوئے اور ان حضرات کے حق میں دعا فرمائی (حملہ حیدری، ص 42-43، مطبوعہ تہران)

## سوال نمبر 45: کیا سورۂ منافقون صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حق میں نازل ہوئی؟ (معاذ اللہ)

**جواب** ...... کچھ لوگ کم علمی کے باعث صحابہ کرام علیہم الرضوان اور منافقین میں فرق بھی نہ کرسکے۔ دشمنانِ صحابہ عداوت کی بنیاد پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو منافق کہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں مومن بنایا ہے۔

القرآن: قولوا امناً باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم و اسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم ونحن له مسلمون o

ترجمہ: تم کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ ہماری طرف اتارا گیا اور جو نازل ہوا ابراہیم و اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اور جو دیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کو اور جو (دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے عطا ہوا۔ نہیں فرق کرتے ہم ان میں سے کسی کے درمیان (ایمان لانے میں) اور ہم اسی (رب) کے فرماں بردار ہیں

(سورۂ بقرہ، آیت 136، پارہ 1)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمانی اقرار صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زبانی کرایا دل میں چھپنے نہیں دیا تا کہ ایمان بالتقیہ شریعت اسلامیہ میں باطل ہو جائے اور دوسرا اس لئے کہ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دشمن ان کے ایمان پر حملہ آور ہوں گے۔ اس لئے رب کریم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زبان مبارک سے کہلوا کر قرآن میں تحریر لکھ دی تا کہ ان کی ایمانی سند تحریر قیامت تک باقی رہے۔

## اللہ تعالیٰ نے مومنین سے خبیث منافقین کو علیحدہ کر دیا

القرآن......ما كان الله ليذر المومنين علىٰ ماانتم عليه حتى يميز الخبيث من الطيب

ترجمہ......اے لوگو! اللہ ایمان والوں کو اس حال پر نہ چھوڑے گا جس پر تم ہو یہاں تک کہ جدا کر دے ناپاک کو پاک سے (سورۂ آل عمران، پارہ 4، آیت 179)

## غیروں کی کتب سے اس آیت کی تفسیر

ترجمہ......اللہ تعالیٰ کو گوارا نہیں کہ مومنین کو اس حالت پر چھوڑے جس پر تم ہو حتیٰ کہ خبیث کو طیب سے علیحدہ کرے یعنی جھوٹے منافق کو سچے مومن سے علیحدہ کرے نعاس کے ساتھ جس نے ان کے درمیان تمیز کی (تفسیر قمی، غیروں کی معتبر تفسیر، ص 65)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ امور ارشاد فرمائے۔

1......کفار و منافقین خبثاء ہیں۔

2......اصحاب رسول ﷺ ایمان والے ہیں

3......اصحاب رسول ﷺ صرف مومنین ہی نہیں بلکہ پاکیزہ بھی ہیں۔

4......اللہ تعالیٰ نے خبیثوں کو پاک لوگوں سے علیحدہ کر دیا۔ منافقین کو اپنے محبوب ﷺ سے دور کر دیا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو قریب کر دیا۔

## منافقین سے جنگ کرو، سختی کرو، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے

القرآن......یاایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم، وما وٰھم جھنم، وبئس المصیرo (سورۂ توبہ، پارہ 10، آیت 73)

ترجمہ......اے نبی کفار و منافقین سے جنگ کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کفار و منافقین کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے رہنے کی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین سے جنگ کرنے، ان پر سختی کرنے کا حکم دیا ہے، جو کہ سرکار اعظم ﷺ نے کفار و منافقین کے ساتھ کیا اگر (معاذ اللہ) صحابہ کرام علیہم الرضوان منافق ہوتے تو سرکار اعظم ﷺ ان سے بھی جنگ کرتے اور ان پر بھی سختی کرتے لہذا معلوم ہوا کہ منافقین اور صحابہ کرام علیہم الرضوان میں بڑا فرق ہے۔

## صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے انعامات

القرآن......لٰکن الرسول والذین امنوا معہ جٰھدوا باموالھم وانفسھم، واولٰئک لھم الخیرات واولئک ھم المفلحون o اعدّ اللہ لھم جنت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا، ذٰلک الفوز العظیم o (سورۂ توبہ، آیت 88-89، پارہ 10)

ترجمہ......لیکن رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے (کافروں سے) اپنے مال و جان کے ساتھ جہاد کیا انہی کے لئے سب بھلائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار کی ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ان میں ہمیشہ رہیں گے

یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے بھلائیاں اور جنت کی نعمتوں کو عطا کرنے کا اعلان فرمایا گیا ہے۔

## منافقین کے لئے جہنم کا وعدہ

القرآن...... وعد اللہ المنٰفقین والمنٰفقٰت والکفار نار جھنم خٰلدین فیھا، ھی حسبھم ولعنھم اللہ ولھم عذاب مقیم o

ترجمہ...... اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے نار جہنم کا وعدہ فرمایا، اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ انہیں کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان پر ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے (سورۂ توبہ، آیت 68، پارہ 10)

اس آیت میں منافقین سے جہنم کا وعدہ کیا گیا ہے جبکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے جنت کا وعدہ کیا گیا۔

## مہاجرین اور انصار صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جنت کی ضمانت

القرآن...... والسٰبقو والاولون من المھٰجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنٰت تجری تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ابداً ذٰلک الفوز العظیم o

(سورۂ توبہ، آیت 100، پارہ 11)

ترجمہ...... اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور جنہوں نے نیک کاموں میں ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار کیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ابد تک ان

میں ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت میں مہاجرین اور انصار صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اور جنت میں ہمیشہ رہنے کا مژدہ سنایا ہے۔ یہ وہی مہاجرین اور انصار صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں جنہوں نے سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین اور خلیفۃ الرسول منتخب کیا تھا۔

## صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اللہ تعالیٰ نے مسلمان ہونے کی سند عطا فرمائی

القرآن......وجاهدوا في الله حق جهاده، هو اجتبٰكم وما جعل عليكم في الدين من حرج، ملة ابيكم ابراهيم، هو سمّٰكم المسلمين من قبل وفي هذا ليكون الرسول شهيداً عليكم وتكونوا شهدآء على الناس (سورۂ حج، آیت 78)

ترجمہ......اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا اس نے تمہیں برگزیدہ کرلیا اور وہ دین میں تم پر کچھ تنگی نہیں رکھی (تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) اس (اللہ) نے تمہارا نام مسلمان رکھا پہلی کتابوں میں اور (قرآن) میں تاکہ (نگران) رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔

اس آیت کریمہ مذکورہ بالا سے یہ سات امور بھی ثابت ہوتے ہیں......

1......صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اللہ تعالیٰ نے تمام امت سے برگزیدہ فرمایا۔

2......صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دین میں کوئی تنگی نہیں دی۔

3......حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

4......صحابہ کرام علیہم الرضوان دین ابراہیم علیہ السلام پر ہیں۔

5......صحابہ کرام علیہم الرضوان کا نام اللہ تعالیٰ نے مسلمان رکھا ہے۔ان کو سرکار اعظم ﷺ نے مسلمان بنایا اور اللہ تعالیٰ ان کو ''سمّٰکم المسلمین'' فرما کر اسلام کی سند عطا فرمادی جس کو کوئی عالم دین مسلمان کر کے سند لکھ دے اس کو کوئی کافر نہیں کہہ سکتا۔اگر کوئی کافر کہہ دے تو اس پر دعویٰ کیا جائے تو وہ سزا یافتہ ہوجاتا ہے تو جس کو سرکار اعظم ﷺ نے کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا ہو اور ان کے مسلمان ہونے کی سند رب کریم نے دی ہو تو دنیا کا کوئی مسلمان مومن ان کے ایمان میں شبہ نہیں کرسکتا۔اگر کرے تو اس کا دعویٰ کسی صحابی کے خلاف نہیں بلکہ اس کا دعویٰ رب کریم کے خلاف ہوگا، کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مسلمان ہونے کی سند اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔

6......صحابہ کرام علیہم الرضوان کا نام مسلمان توریت وانجیل کتب سابقہ سماویہ میں ہے۔

7......صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اسلام از روئے قرآن بھی ثابت ہے۔

## صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ہاتھ خدائی ہاتھ تھا

القرآن......ان الذین یبا یعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم، فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ، ومن اوفیٰ بما عٰھد علیہ اللہ فسیؤ تیہ اجراً عظیماً o

ترجمہ......بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں، وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے بیعت توڑی تو اس کا وبال اسی پر ہوگا اور جس نے اس عہد کو پورا کیا جو اس نے اللہ سے کیا (تھا) تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا (سورۂ فتح،

آیت 10، پارہ 26)

سرکار اعظم ﷺ جس شخص سے بیعت فرماتے، بیعت کا ہاتھ سیدھا ہی ہوتا تھا تو ثابت ہوا کہ سرکار اعظم ﷺ سے بیعت کرنے والوں کا سیدھا ہاتھ سرکار اعظم ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ہوتا تھا اور جن کا سیدھا ہاتھ سرکار اعظم ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ہے تو اس آیت سے معلوم ہوا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سرکار اعظم ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا سیدھا ہاتھ اللہ تعالیٰ نے تھاما ہوا ہے۔

## بیعت رضوان کرنے والوں میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا

1......غیروں کے مفسر علامہ کاشانی لکھتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''یک کس بدوزخ نہ رو واز آں موموناں کہ درزیر درخت سمرہ بیعت کروند'' ان مومنوں میں سے ایک شخص بھی دوزخ میں نہ جائے گا جنھوں نے کیکر کے درخت کے نیچے بیعت کی (تفسیر منہج الصادقین، جلد 8، ص 365، مطبوعہ ایران)

2......غیروں کے مشہور مجتہد ملا باقر نے اپنی کتاب ''حیات القلوب'' میں ان الفاظ میں کیا ہے۔

''وبروات شیخ طبرسی چوں مشرکان عثمان راجبس کردند خبر بحضرت رسید کہ اورا کشتند حضرت فرمود کہ ازیں جا حرکت نمیکنم با آنہا قتال کنم ومردم رابسوئے بیعت دعوت نمایم وبرخاست و پشت مبارک بدرخت داد تیکہ نمود درصحابہ با آنحضرت بیعت کردند۔ کہ با مشرکاں جہاد کنند ونگریز

ندو بروائت کلینی حضرت یکدست خودرا بر دسدت دیگر زداد برائے عثمان بیعت گرفت کہ چوں بیعت رابشکنید ۔ گناہش عظیم تر وعقابش شدید تر باشد پس مسلمانان گفتند خوشا حال عثمان کہ طواف کعبہ کردوسعی میان صفاومروہ کہ محل استد۔ حضرت فرمودنخوایدکرد۔ چوں عثمان آمد حضرت پر ید کہ طواف کردی گفت چوں طواف نکردہ بودی من نکردم (حیات القلوب فارسی، جلد2،ص 424، سطر 32 تا 37،ص 425،سطر 1 تا 2،مطبوعہ ایران)

اس عبارت کا ترجمہ غیروں کے مترجم مولوی بشارت حسین صاحب کاملی مرزاپوری کے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے جس کو امامیہ کتب خانہ موچی دروازہ لاہور نے شائع کیا ہے۔ ترجمہ ملاحظہ ہو۔

شیخ طبرسی کی روایت ہے کہ مشرکین نے جناب عثمان کو قید کرلیا اور آں حضرت کو یہ خبر پہنچی کہ ان کو قتل کردیا تو حضرت نے فرمایا کہ اس جگہ سے حرکت نہ کروں گا جب تک ان سے جنگ نہ کرلوں۔ لوگوں کو بیعت کی دعوت دیتا ہوں۔ یہ فرما کر اٹھے اور ایک درخت کے سہارے سے پشت لگا کر بیٹھ گئے۔ صحابہ نے آنحضرت سے بیعت کی کہ مشرکین سے جہاد کریں گے اور نہ بھاگیں گے۔ کلینی کی روایت ہے کہ حضرت نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے کے ہاتھ پر رکھ کر عثمان کی طرف سے بیعت لی۔ کہ اگر وہ اس بیعت کو توڑیں گے تو ان پر گناہ عظیم اور شدید تر عذاب ہوگا۔ اس وقت مسلمانوں نے کہا کہ عثمان نے تو کعبہ کا طواف بھی کیا، صفاومروہ کے درمیان سعی بھی کی اور محل ہوگئے (احرام سے باہر ہوگئے) حضرت نے فرمایا وہ ایسا نہیں کریں گے۔ جب عثمان واپس آئے حضرت نے پوچھا کہ تم سے طواف کیا۔ عرض کیا۔ آپ نے چونکہ نہیں کیا تھا اس لئے میں نے بھی طواف نہیں کیا (حیات القلوب اردو، جلد2،ص 653،مطبوعہ لاہور)

قارئین کرام! ہم نے غیروں کی مستند کتابوں سے یہ ثابت کیا کہ بیعت رضوان میں شامل تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان بشمول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سب کے سب جنتی ہیں۔ اب اگر کوئی

ان ہستیوں کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کرے تو اس سے بڑا ظالم اور بدبخت کون ہوگا؟

## سوال نمبر 46: کیا بیعت رضوان میں منافقین بھی شریک تھے؟

**جواب**...... یہ بالکل غلط بات ہے بلکہ یہ سوال غیروں کی کتب کے بھی منافی ہے۔

## غیروں کی کتاب سے جواب

غیروں کی معتبر کتاب کشف الغمہ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بیعت رضوان کے روز چودہ سو تھے ہم نے اس روز حضور ﷺ کی زبان پاک سے یہ سنا تھا کہ تم بہترین اہل زمین سے ہو اور اس روز ہم سب نے بیعت کی اور کسی نے اس بیعت کو نہیں توڑا مگر قید بن قیس منافق نے اپنی بیعت کو توڑ دیا۔

اس حقیقت کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان پر کسی قسم کی جرح قدح کرنی جہالت اور گمراہی ہے۔

## سوال نمبر 47: کیا یزید اچھا شخص تھا؟

**جواب** ......اس بات کو پوری دنیا جانتی ہے کہ یزید، امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل اور ان کے قتل پر راضی تھا۔ یہی نہیں بلکہ یزید نے سرکار اعظم ﷺ کے طریقے کو بھی تبدیل کیا۔

الحدیث......حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا معاملہ عدل وانصاف پر قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ رخنہ اندازی کرنے والا شخص بنو امیہ سے ہوگا اور نام اس کا یزید ہوگا (مجمع الزوائد، جلد 5، ص 241، السان المیز ان، جلد 6، ص 294، تاریخ الخلفاء، ص 142)

الحدیث......محدث رویانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی

ہے کہ سرکار اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے طریقے کو بدلنے والا سب سے پہلا شخص بنو امیہ سے ہوگا اور اس کا نام یزید ہوگا۔ (بحوالہ: تاریخ الخلفاء ص 142، صواعق المحرقہ لابن حجر مکی علیہ الرحمہ، ص 219)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ یزید سرکار اعظم ﷺ کے طریقے کو بدلنے والا شخص تھا۔

## یزید کی حکمرانی سے پناہ مانگو



الحدیث...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سن ساٹھ (ہجری) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو اور بچوں کی حکمرانی سے (بحوالہ: البدایہ والنہایہ، جلد 8، ص 31)

حافظ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یوں دعا فرماتے تھے۔

''اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے سن ساٹھ ہجری کی ابتداء اور لونڈوں کی حکمرانی سے پناہ مانگتا ہوں''

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کا وصال سن 59 ہجری میں ہوا جبکہ سن 60ھ میں یزید حکمران بنا، پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی حکومت کو اس سن میں جان لیا تھا۔

# یزید کا ظلم

خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ ابن حجر مکی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ 63ھ میں یزید کو خبر ملی کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت فسخ کردی ہے اور اس سے باغی ہوگئے ہیں۔ اس نے فوراً ایک لشکر جرار ان سے لڑنے کے لئے بھیجا اور کہا ان سے لڑنے کے بعد مکۃ المکرّمہ میں جاکر صحابی رسول حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی جنگ کریں۔

چنانچہ مدینہ منورہ کے باب طیبہ پر جنگ حرہ ہوا اور جنگ بھی کیسے ہوئی کہ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اس جنگ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس لشکر کے گزند سے محفوظ رہا ہو۔ کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور دیگر حضرات اس جنگ میں شہید ہوئے۔ مدینہ منورہ میں لوگوں کو لوٹا گیا اور ایک ہزار جوان لڑکیوں کی عزت لوٹی گئی۔ (بحوالہ: تاریخ الخلفاء، ص 242، صواعق المحرقہ، ص 219)

حدیث شریف میں ہے کہ اہل مدینہ کو خوف دلانے والا لعنتی ہے۔ اس کی کوئی نیکی قبول نہیں اور یزید نے اہل مدینہ پر ظلم کیا۔

# یزید کی چھڑی امام حسین رضی اللہ عنہ کے لبوں پر

جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک یزید پلید کے سامنے رکھا گیا تو یزید اپنی چھڑی کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی لبوں پر مارنے لگا (بحوالہ: ابن کثیر، جلد 8، ص 192)

# حافظ امام ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

یزید معیوب انسان تھا۔ وہ اس قابل نہیں تھا کہ اس سے کوئی روایت لی جائے (بحوالہ: لسان المیزان، جلد ششم، ص 293)

## یزید کو امیر المومنین کہنے پر بیس کوڑے

حضرت امام حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص نے یزید کو امیر المومنین کہا، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو بیس کوڑے مارے (بحوالہ: تہذیب التہذیب، جلد 11، ص 361)

علامہ ذہبی علیہ الرحمہ، امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ سمیت تمام محدثین یزید کو ظالم، جابر، فاسق، شرابی اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل مانتے ہیں۔

## سوال نمبر 48: کیا حدیث قسطنطنیہ کی بناء پر یزید جنتی ہے؟

**جواب**......مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"یزید پلید جس نے مسجد نبوی اور بیت اللہ شریف کی سخت بے حرمتی کی جس نے ہزاروں صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا قتل عام کیا، جس نے مدینہ طیبہ کی پاک دامن خواتین کو تین شبانہ روز اپنے لشکر پر حلال کیا اور جس نے فرزند رسول جگر گوشہ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر پیاسا ذبح کیا۔ ایسے بدبخت اور مردود یزید کو لوگ بخشا بخشایا ہوا پیدائشی جنتی کہتے ہیں اور ثبوت میں بخاری شریف کی حدیث کا حوالہ دیتے ہیں۔ وہ اہل بیت رسالت کے دشمن خارجی اور یزیدی ہیں۔ ان باطل پرست یزیدیوں کا مقصد یہ ہے کہ جب یزید کی بخشش اور اس کا جنتی ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے تو امام حسین رضی اللہ عنہ کا ایسے شخص کی بیعت نہ کرنا اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کرنا بغاوت ہے اور سارے فتنہ وفساد کی ذمہ داری انہی پر ہے، نعوذ باللہ من ذلک"

جو لوگ یزید پلید کے جنتی ہونے کے متعلق حدیث پیش کرتے ہیں۔ اس کے اصل الفاظ یہ

ہیں۔

**قال النبی ﷺ اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لھم**

یعنی سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے (بخاری شریف، جلد اول، ص 410)

تو اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کا یہ فرمان حق ہے لیکن قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا یزید ہے، وہابیوں اور دیوبندیوں کا یہ دعویٰ غلط ہے اس لئے کہ یزید نے قسطنطنیہ پر کب حملہ کیا، اس کے بارے میں چار اقوال ہیں۔ 49ھ، 52ھ اور 55ھ جیسا کہ کامل ابن اثیر جلد سوم ص 131، البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص 32، عینی شرح بخاری جلد چہارم دہم اور اصابہ جلد اول ص 405 میں ہے، ثابت ہوا کہ یزید 49ھ سے 55ھ تک قسطنطنیہ کی کسی جنگ میں شریک ہوا، چاہے سپہ سالار وہ رہا ہو یا حضرت سفیان بن عوف اور وہ معمولی سپاہی رہا، مگر قسطنطنیہ پر اس سے پہلے حملہ ہو چکا تھا جس کے سپہ سالار حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے اور ان کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جیسا کہ ابو داؤد شریف کتاب الجہاد ص 340 کی اس حدیث سے ظاہر ہے:

**عن اسلم ابی عمر ان قال غزونا من المدینة نرید القسطنطنیة وعلی الجماعة عبدالرحمن بن خالد بن الولید** ...... (الخ) اور حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ کا انتقال 46ھ یا 47ھ میں ہوا جیسا کہ البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص 31 کامل ابن اثیر جلد سوم ص 229، اور اسد الغابہ جلد سوم، ص 440 میں ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ کا حملہ قسطنطنیہ پر 46ھ یا 47ھ سے پہلے ہوا اور تاریخ کی معتبر کتابیں شاہد ہیں کہ یزید قسطنطنیہ کی ایک جنگ کے علاوہ کسی میں شریک نہیں ہوا تو ثابت ہو گیا کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ پر جو پہلا حملہ کیا تھا، یزید اس میں شریک نہیں تھا تو پھر حدیث

اول جیش من امتی الخ میں یزید داخل نہیں ہوا اور جب وہ داخل نہیں تو اس حدیث شریف کی بشارت کا بھی وہ مستحق نہیں اور چونکہ ابوداؤد شریف صحاح ستہ میں سے ہے۔ اس لئے عام کتب تاریخ کے مقابلہ میں اسی کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ رہی یہ بات کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال اس جنگ میں ہوا کہ جس کا سپہ سالار یزید تھا تو اس میں کوئی خلجان نہیں۔ اس لئے کہ قسطنطنیہ کا پہلا حملہ جو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ہوا۔ آپ اس میں شریک رہے اور پھر بعد میں جب اس لشکر میں شریک ہوئے کہ جس کا سپہ سالار یزید تھا تو قسطنطنیہ میں آپ کا انتقال ہوگیا۔

اول تو یہ کہ یزید قسطنطنیہ پر حملے میں شریک نہ تھا جس کی بشارت سرکار اعظم ﷺ نے دی تھی۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ یزید اس حملے میں شریک تھا تو بھی یہ ہرگز ثابت نہ ہوگا کہ اس کے سارے کرتوت، مظالم اور قتل معاف ہوگئے اور وہ جنتی ہے۔

## محدثین اور حفاظ کے فیصلہ کی مزید توثیق

سرکار اعظم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ انسان زبان سے لاالہ الا اللہ کہہ دے وہ جنتی ہے۔

سرکار اعظم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے۔ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سارے لا الہ الا اللہ کہنے والے ہوں گے لیکن پھر 72 جہنمی کیوں؟

حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کو بخش دیا جاتا ہے (ترمذی شریف، جلد دوم، ص 97)

اور سرکار اعظم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو ماہ رمضان میں روزہ دار کو افطار کروائے اس کے گناہوں کے لئے مغفرت ہے (مشکوٰۃ شریف، ص 174) اور سرکار اعظم ﷺ کی حدیث یہ بھی ہے کہ روزہ وغیرہ کے سبب ماہ رمضان کی آخری رات میں اس امت کو بخش دیا جاتا ہے

(مشکوٰۃ شریف، ص 174) لہٰذا اگر کچھ لوگوں کی یہ بات مان لی جائے تو ان احادیث کریمہ کا یہ مطلب ہوگا کہ مسلمان سے مصافحہ کرنے والے، روزہ دار کو افطار کروانے والے اور ماہ رمضان میں روزہ رکھنے والے سب بخشے بخشائے جنتی ہیں۔ اب اگر وہ حرمین طیبین کی بے حرمتی کریں معاف، کعبہ شریف پر پتھر برسائیں تو معاف، مسجد نبوی میں غلاظت ڈالیں معاف، ہزاروں بے گناہ کو قتل کر ڈالیں معاف، یہاں تک کہ اگر سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پاروں کو تین دن کا بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کر ڈالیں تو وہ بھی معاف اور جو چاہیں کریں سب معاف۔ نعوذ باللہ من ذالک خدائے عزوجل یزید نواز نام نہاد مسلمانوں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور گمراہی و بدمذہبی سے بچنے کی توفیق رفیق بخشے، آمین

(فتاویٰ فیض الرسول، حصہ دوم، ص 710 سے 712 تک)

یزید امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی تھا۔

یزید امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ دار ہے۔

اگر یزید کے کہنے پر میدان کربلا میں مظالم نہیں ہوئے تو پھر یزید نے یہ اقدامات کیوں نہیں کیئے۔

1......ابن زیاد کو پھانسی کیوں نہیں دی؟

2......فوج کے سپہ سالار عمرو بن سعد کو کیوں سزا نہیں دی؟

3......اہلبیت کو امان کیوں نہیں دیا؟

4......اہلبیت سے معافی کیوں نہیں مانگی؟

5......سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے سامنے اپنے آپ کو حق پر کیوں کہا؟

6......اپنے دربار میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے لبوں پر چھڑی کیوں ماری؟

7......امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مدینے پر حملہ کیوں کروایا؟

# سوال نمبر 49: میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو شہید کرنے والوں میں کئی لوگ ایسے تھے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اولاد تھے

**جواب** ...... یزیدی فوج کا سپہ سالار حقیقت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ ان کا بیٹا عمرو بن سعد تھا لیکن اس میں عمرو بن سعد کے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا کیا قصور ہے، کیونکہ اس وقت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وصال فرما چکے تھے، اس کو بنیاد بنا کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے خلاف زبان درازی کرنا گمراہی ہے کیونکہ کئی ایسی ہستیاں گزری ہیں جن کی اولاد صراط مستقیم پر نہیں تھیں۔

دلیل: حضرت آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے دوسرے کو قتل کیا، کیا اس کا قصوروار کوئی حضرت آدم علیہ السلام کو قرار دے سکتا ہے؟

دلیل ...... حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کافر تھا، کیا اس کا قصوروار کوئی حضرت نوح علیہ السلام کو قرار دے سکتا ہے؟

دلیل ...... حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سینے پر بیٹھ کر آپ کا سرتن سے جدا کرنے والا شخص ''شمر لعین'' کون تھا؟

شمر لعین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سالا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری زوجہ محترمہ کا بھائی تھا اور حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کا سگا ماموں تھا۔ کیا کوئی شخص شمر کو بنیاد بنا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ پر طعن کرسکتا ہے؟

معلوم ہوا کہ گمراہ اولاد کو بنیاد بنا کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں بکواس کرنا اول

درجے کی جہالت ہے۔

## سوال نمبر 50: کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہلبیت اطہار کے مابین رنجشیں تھیں؟

**جواب**......صحابہ کرام اور اہلبیت کی آپس میں محبت تھی، رنجشیں نہیں تھیں۔

## حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم نے کرایا

دلیل......غیروں کی کتاب حملہ حیدری میں مولوی باذل ایرانی ص 60,61 پر یوں لکھتا ہے:

جب فاطمہ رضی اللہ عنہا جوان ہوئیں تو ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے عرض کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری بیٹی کا اختیار اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا۔

کچھ دن گزرنے کے بعد یہ دونوں یعنی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص الخاص دوستوں نے کہا: اے اسلام کی انجمن کی شمع کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی خواہش کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یاروں، ساتھیوں اور دوستوں نے کہا اے علی رضی اللہ عنہ اس معاملے میں اپنے دل میں کوئی خطرہ پیدا نہ کرو۔ بے دھڑک اور بے خوف وخطر جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اپنے لئے رشتہ طلب کرو کیونکہ تمہارا حضور ﷺ سے اور بھی تعلق اور رشتہ ہے پھر تین دن حضرت علی رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوتے رہے اور عرض کرتے رہے تین دن کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم لے کر حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ، آپ کو حکم دیتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دو۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ لوگ بکواس کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر وعمر علیہم الرضوان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمن تھے، بلکہ یہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یار تھے، دوست تھے۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے محبت

دلیل...... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے جو حقیقت واضح ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آخری وقت تک ان کی حفاظت کی ہر ممکن کوششیں کیں۔ یہاں تک کہ اپنے دونوں بیٹوں حضرت حسن وحسین علیہم الرضوان کو تلواریں دے کر ان کے دروازہ پر کھڑا کر دیا اور فرمایا کہ تمہارے ہوتے ہوئے کوئی دشمن، کوئی ظالم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب نہ جائے (از کتاب: مقامات صحابہ رضی اللہ عنہم ص 337)

یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شہزادوں حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تمہارے ہوتے ہوئے حضرت عثمان کیسے قتل ہوگئے اور غضب میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے منہ پر طمانچہ مارا اور حضرت حسین رضی اللہ

عنہ کے سینہ پر تھپڑ مارا اور محمد بن طلحہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا (تاریخ الخلفاء، ص 113، ریاض النضرۃ جلد دوم، از کتاب: مقامات صحابہ ص 338)

# حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں کے نام ابوبکر و عمر و عثمان رکھے

غیروں کی معتبر کتاب جلاء العیون جلد دوم، ص 48 سطر 14 میں یہ لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں کے نام جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا دوسری بیبیوں کے بطن سے تھے، ان کے نام ابوبکر و عمر و عثمان رکھے، جو میدان کربلا میں شہید ہوئے۔

محبت کے پیش نظر حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں کے نام خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے نام پر رکھے۔

شان صحابہ کرام علیہم الرضوان اس قدر اعلیٰ ہے کہ اپنے تو اپنے غیروں نے بھی ان کی شان و عظمت کو تسلیم کیا۔ یہ حقیقت میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی کرامت ہے۔ اگر ہم سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھیں، صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت رکھیں، اہلبیت اطہار سے قلبی لگاؤ رکھیں اور اولیاء اللہ کی شان کو اپنے سینوں کا چراغ بنالیں تو سارے جھگڑے ختم ہوجائیں گے۔ نفرتیں محبتوں میں بدل جائیں گی۔

جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جاتا ہے کہ لوگوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا؟ تو آپ فرماتی ہیں، فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

پھر پوچھا جاتا ہے کہ مردوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا؟ فرماتی ہیں، ان کے شوہر یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ (ترمذی)

اسی طرح جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جاتا ہے کہ لوگوں میں سے رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا؟ تو آپ فرماتی ہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا۔

پھر پوچھا جاتا ہے کہ مردوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا؟ تو آپ فرماتی ہیں، ان کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (بخاری)

اگر خدانخواستہ ان کے درمیان کوئی رنجش ہوتی تو وہ ایسی احادیث بیان نہ کرتے۔

چند احادیث ملاحظہ ہوں:

## سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وسیدنا علی رضی اللہ عنہ کی باہم محبت

1......حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کس قدر محبت تھی، اس کا اندازہ اس حدیث پاک سے کیجئے۔ حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے سرکار اعظم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ پل صراط پر سے صرف وہی گزر کر جنت میں جائے گا جس کو علی رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرنے کا پروانہ دیں گے'' اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے اور فرمایا ''اے ابوبکر! آپ کو بشارت ہو۔ میرے آقا و مولی ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ (اے علی!) پل صراط پر سے گزرنے کا پروانہ صرف اس کو دینا جس کے دل میں ابوبکر کی محبت ہو''

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، جلد 2، ص 155، مطبوعہ مصر)

2......سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دن مشرکین نے سرکار اعظم ﷺ کو اپنے نرغہ میں لے لیا۔ وہ آپ کو گھسیٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم وہی ہو جو کہتا ہے کہ ایک خدا ہے۔

خدا کی قسم! کسی کو ان مشرکین سے مقابلہ کی جرأت نہیں ہوئی۔ سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ وہ آگے بڑھے اور مشرکین کو مار مار کر اور دھکے دے دے کر ہٹاتے جاتے اور فرماتے جاتے، تم پر افسوس ہے کہ تم ایسے شخص کو ایذا پہنچا رہے ہو جو یہ کہتا ہے کہ ''میرا رب صرف اللہ ہے'' یہ فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی تر ہوگئی۔ پھر فرمایا، اے لوگو! یہ بتاؤ کہ آل فرعون کا مومن اچھا تھا یا ابوبکر رضی اللہ عنہ اچھے تھے؟ لوگ یہ سن کر خاموش رہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا، لوگو! جواب کیوں نہیں دیتے۔ خدا کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ایک لمحہ آل فرعون کے مومن کی ہزار ساعتوں سے بہتر اور برتر ہے کیونکہ وہ لوگ اپنا ایمان ڈر کی وجہ سے چھپاتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان کا اظہار علی الاعلان کیا (تاریخ الخلفاء، ص 100)

3......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا اور وہ صرف ایک کپڑا اوڑھے بیٹھے تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر بے ساختہ میری زبان سے نکلا، کوئی صحیفہ والا اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب نہیں جتنا یہ کپڑے اوڑھنے والا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے (تاریخ الخلفاء، ص 122، ابن عساکر)

4......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار اعظم ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کر کے کھڑے ہوگئے۔ حضور ﷺ منتظر رہے کہ دیکھیں کون ان کے لئے جگہ بناتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ اپنی جگہ سے اٹھ گئے اور فرمایا، اے ابوالحسن! یہاں تشریف لے آیئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان بیٹھ گئے۔ اس پر آقا و مولیٰ ﷺ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے فرمایا ''اہل فضل کی فضیلت کو صاحب فضل ہی جانتا ہے'' اسی طرح سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا حضرت

عباس رضی اللہ عنہ کی بھی تعظیم کیا کرتے (الصواعق المحرقہ 269)

5......ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں منبر پر تشریف فرما تھے کہ اس دوران امام حسن رضی اللہ عنہ آ گئے جو کہ اس وقت بہت کم عمر تھے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ میرے بابا جان کے منبر سے نیچے اتر آیئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تم سچ کہتے ہو۔ یہ تمہارے بابا جان ہی کا منبر ہے" یہ فرما کر آپ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں اٹھالیا اور اشکبار ہوگئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا، خدا کی قسم! میں نے اس سے کچھ نہیں کہا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آپ سچ کہتے ہیں، میں آپ کے متعلق غلط گمان نہیں کرتا۔

(تاریخ الخلفاء، 147، صواعق المحرقہ 269)

6......ابن عبدالبر علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اکثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھا کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا۔ میں نے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے (الصواعق المحرقہ 269)

7......ایک روز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ آ گئے۔ آپ نے انہیں دیکھ کر لوگوں سے فرمایا۔ جو کوئی سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی لوگوں میں سے تعظیم المرتبت، قرابت کے لحاظ سے قریب تر، افضل اور عظیم تر حق کے حامل شخص کو دیکھ کر خوش ہونا چاہے، وہ اس آنے والے کو دیکھ لے (صواعق المحرقہ 270، دار قطنی)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سب سے زیادہ بہادر ہونے سے متعلق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد پہلے تحریر ہو چکا، اگر ان کے مابین کسی قسم کی رنجش ہوتی تو کیا یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کی فضیلت بیان فرماتے؟ یہ احادیث مبارکہ ان کی باہم محبت کی واضح دلیلیں ہیں۔

# سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وسیدنا علی رضی اللہ عنہ کی باہم محبت

1......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دور فاروقی میں مدائن کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں مال غنیمت جمع کر کے تقسیم کرنا شروع کیا۔امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہیں ایک ہزار درہم نذر کیے۔ پھر امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہیں بھی ایک ہزار درہم پیش کیے۔ پھر آپ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں پانچ سو درہم دیئے۔انہوں نے عرض کی،اے امیر المومنین! جب میں عہد رسالت میں جہاد کیا کرتا تھا اس وقت حسن وحسین بچے تھے اور گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔جبکہ آپ نے انہیں ہزار ہزار اور مجھے پانچ سو درہم دیئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔تم عمر کے بیٹے ہو،جبکہ ان کے والد علی المرتضی،والدہ فاطمۃ الزہرا،نانا رسول اللہ ﷺ نانی خدیجۃ الکبریٰ،چچا جعفر طیار،پھوپھی ام ہانی،ماموں ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ،خالہ رقیہ ام کلثوم و زینب رسول کریم ﷺ کی بیٹیاں ہیں۔اگر تمہیں ایسی فضیلت ملتی تو تم ہزار درہم کا مطالبہ کرتے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے۔جب اس واقعہ کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا۔میں نے سرکار اعظم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ''عمر اہل جنت کے چراغ ہیں'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو آپ بعض صحابہ کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور دریافت کیا۔اے علی! کیا تم نے سنا ہے کہ آقا ومولیٰ ﷺ نے مجھے اہل جنت کا چراغ فرمایا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ہاں! میں نے خود سنا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا،اے علی! میری خواہش ہے کہ آپ یہ حدیث میرے لئے تحریر کردیں۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث لکھی۔''یہ وہ بات ہے جس کے ضامن علی بن ابی طالب ہیں عمر بن خطاب

رضی اللہ عنہ کے لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ان سے جبرئیل علیہ السلام نے، ان سے اللہ تعالیٰ نے کہ: ان عمر بن الخطاب سراج اھل الجنة

عمر بن خطاب اہل جنت کے چراغ ہیں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی یہ تحریر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لے لی اور وصیت فرمائی کہ جب میرا وصال ہو تو یہ تحریر میری کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ آپ کی شہادت کے بعد وہ تحریر آپ کے کفن میں رکھ دی گئی (ازالۃ الخفاء، الریاض النضرۃ جلد 1، ص 282)

اگر ان کے مابین کسی قسم کی مخاصمت ہوتی تو کیا یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کی فضیلت بیان فرماتے؟ یہ واقعہ ان کی باہمی محبت کی بہت عمدہ دلیل ہے۔

2......امام دارقطنی علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی بات پوچھی جس کا انہوں نے جواب دیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے ابوالحسن! میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں ایسے لوگوں میں رہوں جن میں آپ نہ ہوں (صواعق المحرقہ، 272)

3......اسی طرح جب سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا ''اے اللہ! جس کا میں دوست ہوں، اس کے علی بھی دوست ہیں۔ اے اللہ! اس سے دوستی رکھ، جو ان کو دوست رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو ان سے دشمنی رکھے'' اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ملے تو فرمایا، اے ابن ابو طالب! آپ کو مبارک ہو کہ آپ ہر صبح و شام ہر ایمان والے مرد و عورت کے دوست ہیں (مسند احمد، مشکوٰۃ)

4......دارقطنی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ دو بدو کسی جھگڑے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔ ان میں سے ایک بولا، یہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا گریبان پکڑ لیا اور

فرمایا، تیرا برا ہو۔ تجھے علم ہے کہ یہ کون ہیں؟ یہ تیرے اور ہر مومن کے آقا ہیں اور جس کے یہ آقا نہیں وہ مومن ہی نہیں (صواعق المحرقہ، 272)

اس واقعہ سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کس قدر محبت تھی۔

5......حضرت عمر رضی اللہ عنہ امور سلطنت کے وقت کسی سے نہیں ملتے تھے۔ آپ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی اجازت طلب کی تو نہیں ملی۔ اس دوران امام حسن رضی اللہ عنہ بھی ملاقات کے لئے آ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی اجازت نہیں ملے گی۔ یہ سوچ کر واپس جانے لگے۔

کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع کر دی تو آپ نے فرمایا، انہیں میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آئے تو فرمایا۔ آپ نے آنے کی خبر کیوں نہ کی؟ امام حسن رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے سوچا، جب بیٹے کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہیں ملے گی۔

آپ نے فرمایا وہ عمر کا بیٹا تھا اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں۔ اس لئے آپ اجازت کے زیادہ حقدار ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کو جو عزت ملی ہے وہ اللہ کے بعد اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلبیت کے ذریعے ملی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آئندہ جب آپ آئیں تو اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں (صواعق المحرقہ، 272)

6......ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں جس سے سیدنا عمر و علی رضی اللہ عنہم میں محبت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب شدید علیل ہوگئے تو آپ نے کھڑکی سے سر مبارک باہر نکال کر صحابہ سے فرمایا۔ اے لوگو! میں نے ایک شخص کو تم پر خلیفہ مقرر کیا ہے، کیا تم اس کام سے راضی ہو؟

سب لوگوں نے متفقہ طور پر کہا اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم بالکل راضی ہیں۔ اس پر سیدنا علی

رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور کہا۔ وہ شخص اگر عمر رضی اللہ عنہ نہیں ہیں تو ہم راضی نہیں ہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بے شک وہ عمر ہی ہیں (تاریخ الخلفاء، 150، ابن عساکر)

7......اسی طرح امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غسل دے کر کفن پہنایا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمانے لگے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ میرے نزدیک تم میں سے کوئی شخص مجھے اس (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سے زیادہ محبوب نہیں کہ میں اس جیسا اعمال نامہ لے کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں (تلخیص الشافی، 219، مطبوعہ ایران)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات میں کس قدر پیار و محبت تھی۔ اور فاروقی تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ جب ایک حاسد شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ان کی خوبیاں بیان کیں پھر پوچھا، یہ باتیں تجھے بری لگیں؟ اس نے کہا، ہاں۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و خوار کرے۔ جا دفع ہو اور مجھے نقصان پہنچانے کی جو کوشش کر سکتا ہے، کر لے (بخاری باب مناقب علی)

8......حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا "قیامت کے دن میرے حسب و نسب کے سوا ہر سلسلہ نسب منقطع ہو جائے گا" اسی بناء پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ان کی صاحبزادی سیدہ کلثوم رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگ لیا اور ان سے آپ کے ایک فرزند زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

9......حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی قابل غور ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "جب تم صالحین کا ذکر کرو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کبھی فراموش نہ کرو (تاریخ الخلفاء، ص 195)

# صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اہلبیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کا ثبوت غیروں کی کتب سے

## مولا علی رضی اللہ عنہ بہترین قاضی ہیں:

غیروں کے مجتہد طوسی اسی کتاب میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "**قال خطبنا عمر فقال علی اقضانا و ابی اقرأنا**" حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے ہم کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے بہترین قاضی اور حضرت ابی (ابن کعب رضی اللہ عنہ) ہمارے بہترین قاری ہیں۔

(الامالی جلد اول، ص 256، مطبوعہ نجف اشرف)

غیروں کی کتاب حق الیقین عربی میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمادیا تھا "**لایفتین احد فی المسجد و علی حاضر**" حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کوئی مسجد میں فتویٰ نہ دے (حق الیقین عربی، جلد اول، ص 174، سطر 2، مطبوعہ ایران)

غیروں کے شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی اپنی کتاب تلخیص الشافی میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ اپنے باپ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں "**لما غسل عمرو کفن دخل علی علیه السلام فقال صلی الله علیه ماعلی الارض احد احب الی ان القی الله بصیحفته من هذا المسحی بین اظهر کم**"

جب (حضرت) عمر کو غسل دے کر کفن پہنایا گیا تو اس وقت حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ میرے نزدیک زمین پر کوئی شخص تم میں سے

اس سے زیادہ محبوب نہیں ہے کہ اس جیسے نامہ اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں
(تلخیص الشافی، ص219، سطر 1 تا 3، مطبوعہ ایران)

## مولا علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "**لما قتل جعلنی سادس ستة قد دخلت حیث ادخلنی و کرهت ان افرق جماعة المسلمین و اشق عصاهم فبایعتم عثمان فبایعته**"

جب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) پر قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے مجلس شوریٰ کے چھ آدمیوں میں چھٹا مجھے مقرر کیا۔ تو میں ان کے شامل کرنے پر ان میں شریک ہو گیا اور میں نے جماعت المسلمین میں تفریق کو مکروہ جانا اور اتفاق کی لاٹھی کو توڑنا برا سمجھا۔ پس تم نے (حضرت) عثمان کی بیعت کی تو میں نے بھی ان کی بیعت کر لی (الامالی للشیخ الطوسی، جلد 2، ص 121، جزء ثامن عشر)